جملہ حقوق محفوظ

فالصّٰلحٰت قٰنتٰت حٰفظٰت للغیب بما حفظ اللّٰہ

سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۱۸)

سیر الصحابیات

یعنی

مستند حوالوں سے ازواج مطہراتؓ، بناتِ طاہراتؓ اور اکابر صحابیاتؓ
کے سوانح زندگی اور ان کے علمی، مذہبی، اخلاقی کارناموں کی تفصیل

از

مولانا سعید انصاری سابق رفیق دار المصنفین

باہتمام: مولوی مسعود علی ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع گردید

طبع چہارم — ۱۹۵۳ء
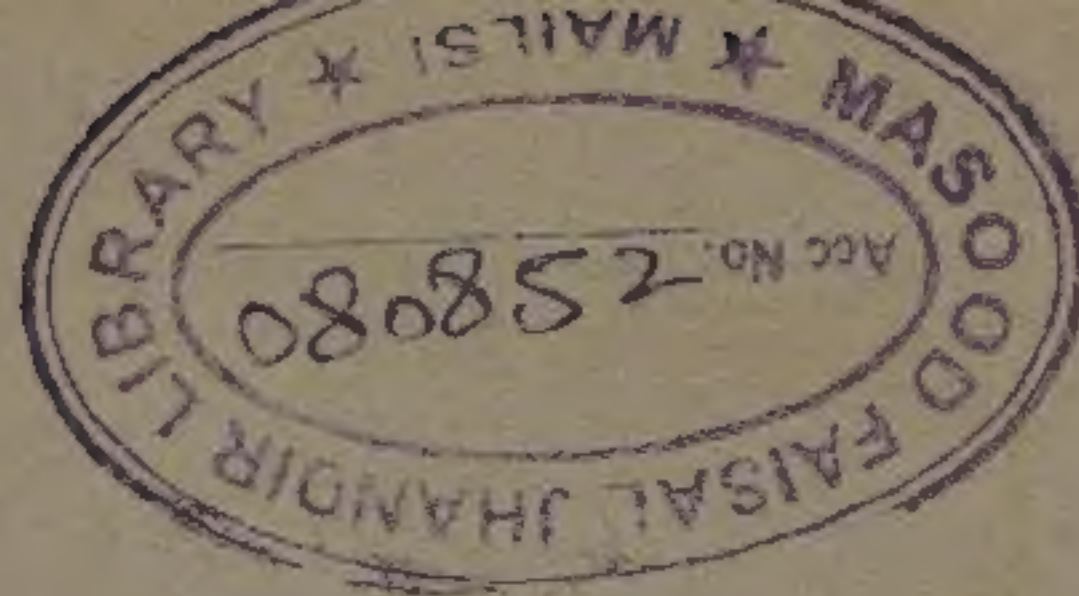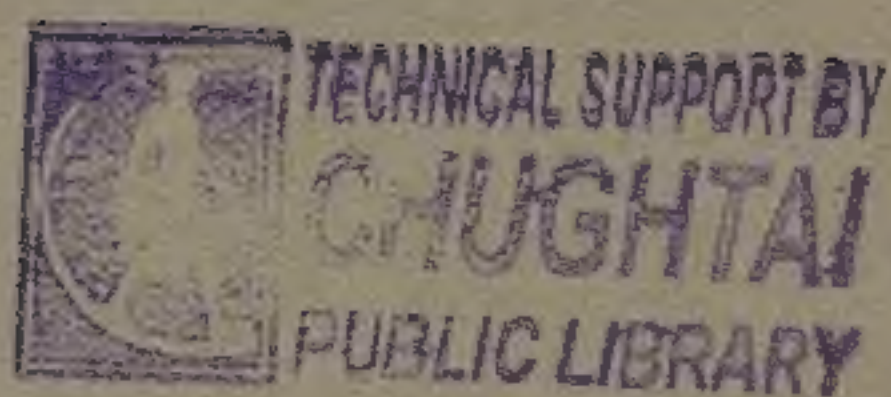
فہرست مضامین

سیر الصحابیاتؓ

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ طبع ثانی	ا-۲	۴- حضرت حفصہؓ	۳۲
دیباچہ طبع اول		۵- حضرت زینب ام المساکینؓ	۳۹
۱ — ۱۴		۶- حضرت ام سلمہؓ	۴۰
تمہید	۱	۷- حضرت زینبؓ بنت جحش	۵۷
صحابیاتؓ کے مذہبی کارنامے	۴	۸- حضرت جویریہؓ	۶۵
سیاسی کارنامے	۶	۹- حضرت ام حبیبہؓ	۶۹
علمی کارنامے	۷	۱۰- حضرت میمونہؓ	۷۴
عملی کارنامے	۹	۱۱- حضرت صفیہؓ	۷۷
انتخاب و ترتیب	۱۰	**بنات طاہراتؓ**	
ازواج مطہراتؓ		۸۳ — ۱۰۱	
۱ — ۸۲		۱- حضرت زینبؓ	۸۳
۱- حضرت خدیجہؓ	۱	۲- حضرت رقیہؓ	۸۷
۲- حضرت سودہؓ	۱۳	۳- حضرت ام کلثومؓ	۸۹
۳- حضرت عائشہؓ	۱۹	۴- حضرت فاطمہؓ	۹۰

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
عام صحابیات رضؓ ۱۰۲ - ۱۸۴		۱۵- حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ	۱۴۲
		۱۶- حضرت فاطمہؓ بنت قیس	۱۵۰
۱- حضرت اُمامہؓ	۱۰۲	۱۷- حضرت شفاؓ بنت عبداللہ	۱۵۴
۲- حضرت صفیہؓ	۱۰۴	۱۸- حضرت زینبؓ بنت	۱۵۷
۳- حضرت ام ایمنؓ	۱۰۷	۱۹- حضرت اسماؓ بنت یزید	۱۵۹
۴- حضرت فاطمہ بنتؓ اسد	۱۱۰	۲۰- حضرت ام درداءؓ	۱۶۳
۵- حضرت ام الفضلؓ	۱۱۲	۲۱- حضرت ام حکیمؓ	۱۶۴
۶- حضرت ام رومانؓ	۱۱۴	۲۲- حضرت خنساءؓ	۱۶۶
۷- حضرت سُمیہؓ	۱۱۷	۲۳- حضرت ام حرامؓ	۱۶۹
۸- حضرت ام سلیمؓ	۱۱۹	۲۴- حضرت ام ورقہؓ بنت عبداللہ	۱۷۱
۹- حضرت ام عمارہؓ	۱۲۵	۲۵- حضرت ہندؓ بنت عتبہ	۱۷۳
۱۰- حضرت ام عطیہؓ	۱۲۷	۲۶- حضرت ام کلثومؓ بنت عقبہ	۱۷۷
۱۱- حضرت ربیع بنتؓ معوذ بن عفراء	۱۳۰	۲۷- حضرت زینبؓ بنت ابی سلمہ	۱۷۹
۱۲- حضرت ام ہانیؓ بنت ابی طالب	۱۳۳	۲۸- حضرت ام ابی ہریرہؓ	۱۸۱
۱۳- حضرت فاطمہ بنتؓ خطاب	۱۳۵	۲۹- حضرت خولہؓ بنت حکیم	۱۸۲
۱۴- حضرت اسماء بنتؓ عمیس	۱۳۷	۳۰- حضرت حمنہؓ بنت جحش	۱۸۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ
ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ
وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (جمعہ)

اسلام کا مقصد وحید، تمام دنیا کو ایک سطح پر لانا تھا، اس کی شاہنشاہی مین پست و بلند شاہ و گدا، امیر و غریب، وضیع و شریف، عالم و جاہل، عورت و مرد، سب میانہ حیثیت رکھتے تھے، اس لیے اس نے اپنی تعلیمات، احکام اور قوانین کے ذریعہ سے تمام دنیا کو مساوات کا پیغام سنایا، جس سے مذہب، اخلاق، تمدن اور سیاست کا قالب بدل گیا، اور اس مین وہ نئی روح حرکت کرنے لگی جس کے پیدا کرنے کو اسلام اپنا فرض اولین کرتا تھا۔

اسلام سے پہلے دنیا نے جس قدر ترقی کی تھی، صرف ایک صنف (مرد) کی اخلاقی اور دماغی قوتون کا کرشمہ تھی، مصر، بابل، ایران، یونان اور ہندوستان مختلف عظیم الشان تمدن کے چمن آرا رہے تھے، لیکن ان مین صنف نازک (عورت) کی آبیاری کا کچھ دخل نہ تھا، اسلام آیا تو اس نے دو صنفون (مرد و عورت) کی جد و جہد کو وسائل ترقی مین شامل کر لیا، اس لیے جب اس کے باغ تمدن مین بہار آئی تو ایک نیا رنگ و بو پیدا ہو گیا،

عورت کو دنیا نے جس نگاہ سے دیکھا وہ مختلف ممالک مین مختلف رہی ہے، مشرق مین

عورت مرد کے دامن تقدس کا داغ ہے، ہندو اس کو گھر کا اثاثہ سمجھتا ہے، یونان اسکو شیطان کہتا ہے، توراۃ اس کو لعنت ابدی کا مستحق قرار دیتی ہے، کلیسا اس کو باغ انسانیت کا کانٹا تصور کرتا ہے، یورپ اس کو خدا یا خدا کے برابر مانتا ہے لیکن اسلام کا نقطۂ نظر ان سب سے جداگانہ ہے، وہاں عورت نسیم اخلاق کی نکہت اور چہرۂ انسانیت کا غازہ سمجھی جاتی ہے،

امام بخاری نے صحیح میں حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مکہ میں ہم لوگ عورتوں کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے، مدینہ میں نسبۃً ان کی قدر تھی لیکن جب اسلام آیا اور خدا نے ان کے متعلق آیتیں نازل کیں تو ہم کو ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی،[۱] عرب جاہلیت کے رسم دختر کشی پر نظر ڈالکر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر

یا انجشۃ اردیدك بالقواریر	انجشہ! دیکھنا، یہ آبگینے ہیں،

غور کرو تو تم کو حضرت عمرؓ کے قول کی صحیح تشریح معلوم ہوگی،

اسلام نے صرف یہی نہیں کیا کہ عورتوں کے چند حقوق متعین کر دیے، بلکہ ان کو مردوں کے مساوی درجہ دیکر مکمل انسانیت قرار دیا، صحیح بخاری میں وارد ہوا ہے،

الرجل راع علی اھلہ وھو مسئول	مرد اپنے اہل کا راعی بنایا گیا ہے اور اس سے
والمرأۃ راعیۃ علی بیت	ان کے متعلق جواب طلب ہوگا، اور عورت
زوجھا وھی مسئولۃ	شوہر کے گھر کی راعیہ ہے اور اس سے اسکے
(ج ۲ ص ۷۸۳)	متعلق باز پرس ہوگی،

سنن ابن ماجہ میں اس کی مزید تشریح ہے،

لیس تملکون منھن شیئا	تم کو عورتوں پر بجز مخصوص حقوق کے

[۱] صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۷۹

غیر ذٰلک الا ان یاتین کوئی دسترس حاصل نہین ہے لیکن ہان جب

بفاحشۃ مبینۃ کوئی گناہ کرین،

اس بنا پر اسلام مین عورت کی جو منزلت قائم ہوئی وہ لحاظ نتائج دیگر اقوام و مذاہب سے بالکل مختلف تھی، تمام دنیا اپنی قومی تاریخ پر ناز کرتی ہے، اور بجا طور پر کرتی ہے، لیکن اگر اس سے یہ سوال کیا جائے کہ ان افسانہائے پارینہ مین صنف نازک کی سعی و کوشش کا کس قدر حصہ تھا؟ تو دفعۃً ہر طرف خاموشی چھا جائے گی، اور فخر و غرور کا سارا ہنگامہ سرد ہو کر رہ جائیگا، یونان بے شبہہ اپنی "ربات النوع" کو پیش کرسکتا ہے، ہندوستان متعدد عصمت و عفات کی دیویون کے نام لے سکتا ہے، یورپ کا "گولڈن ڈیڈس" چند جنگ آزما عورتون کو منظر عام پر لاسکتا ہے، لیکن کیا ان کی وجہ سے دنیا نے کچھ بھی ترقی کی ہے؟ اور تمدن کا قدم ایک انچ بھی آگے بڑھ سکا ہے؟ تاریخ ان سوالات کا جواب نفی مین دیتی ہے،

قومی تاریخ کو چھوڑکر اگر دنیا کی مذہبی تاریخ کا مطالعہ کرو تو صاف نظر آئے گا کہ اسکے اوراق بھی صنف نازک کے عظیم الشان کارنامون سے خالی ہین، مصر اس سلسلہ مین آسیہؓ بنت مزاحم کو پیش کریگا، تورات مریم اخت ہارونؑ کو آگے بڑھائے گی، ناصرہ مریم عذرا کو سامنے لائے گا، ان خاتونون کی مذہبی بزرگی اور عظمت مسلم ہے لیکن کیا ان مقدس اور پاک خاتونون کا کوئی مذہبی یا اصلاحی کارنامہ تاریخ نے بھی یاد رکھا ہے؟

بخلاف اس کے اسلام نے جن پردہ نشینون کو اپنے کنار عاطفت مین جگہ دی انھون نے دنیا مین بڑے بڑے عظیم الشان کام انجام دیے ہیں، جو تاریخ کے صفحات مین نمایان طور پر نظر آتے ہین، لیکن چونکہ یہ کتاب خاص صحابیات کے حالات مین ہے، اس لیے ہم صرف انکی کارنامون کو پیش کرین گے، جو صحابیات سے متعلق ہین، کیونکہ یہ صنف نازک کا پہلا قدم تھا،

جو ترقی کی راہ میں اٹھایا گیا،

صحابیات رضؓ کے کارنامے تمدن کے تمام عنوانات پر منقسم ہیں، اور ہم ان کو اجمالاً اس مقام پر لکھنا چاہتے ہیں،

مذہبی کارنامے | مذہبی خدمات کے سلسلہ میں سب سے اہم خدمت جہاد ہے، اور صحابیاتؓ نے جس جوش، جس خلوص، جس عزم اور جس استقلال سے اس خدمت کو ادا کیا ہے، اس کی نظیر مشکل سے مل سکے گی، غزوۂ احد میں جبکہ کافروں نے عام حملہ کر دیا تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چند جان نثار رہ گئے تھے، حضرت ام عمارہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں، کفار جب آپ پر بڑھتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں، ابن قمیہ جب دوڑتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا تو حضرت ام عمارہ نے بڑھکر روکا چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا، انھوں نے تلوار ماری لیکن وہ دہری زرہ پہنے ہوئے تھا، اس لیے کارگر نہ ہوئی،[1] جنگ یمامہ میں انھوں نے اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ ۱۲ زخم کھائے اور ایک ہاتھ کٹ گیا،[2]

غزوۂ خندق میں حضرت صفیہؓ نے جس بہادری سے ایک یہودی کو قتل کیا، اور یہودیوں کے حملہ کے روکنے کی جو تدبیر اختیار کی، وہ بجائے خود نہایت حیرت انگیز ہے،[3] غزوۂ حنین میں حضرت ام سلیمؓ کا خنجر لیکر نکلنا ایک مشہور بات ہے،[4]

جنگ یرموک میں جو خلافت فاروقی میں ہوئی تھی حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ، حضرت ام ابانؓ، ام حکیمؓ، خولہؓ، ہند اور ام المومنین حضرت جویریہؓ نے بڑی دلیری سے جنگ کی تھی، اور اسماء بنت یزیدؓ نے جو انصار کے قبیلہ سے تھیں، خیمہ کی چوب سے ۹ رومیوں کو قتل کیا تھا،[5]

۱؎ ابن ہشام ص ۴۰، ۲؎ ابن سعد ج ۸ ص ۳۰۴، ۳؎ زرقانی ج ۲ ص ۱۲۹، ۴؎ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳، ۵؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۳

صرف بری بلکہ بحری لڑائیون مین بھی صحابیاتؓ شرکت کرتی تھین، سنہ ۲۸ھ مین جب قبرص پر حملہ ہوا تو حضرت ام حرامؓ اس مین شامل ہوئین۔[1]

میدان جنگ مین اس کے علاوہ صحابیاتؓ اور خدمات بھی انجام دیتی تھین، مثلاً (۱) پانی پلانا (۲) زخمیون کی مرہم پٹی کرنا (۳) مقتولون اور زخمیون کو اٹھا کر میدان جنگ سے لیجانا (۴) چرخہ کاتنا (۵) تیر اٹھا کر دینا (۶) خورد و نوش کا انتظام کرنا، کھانا پکانا (۷) فوج کو ہمت دلانا، چنانچہ حضرت عائشہؓ، ام سلیمؓ، ام سلیطؓ نے غزوۂ احد مین مشک بھر بھر کر زخمیون کو پانی پلایا تھا،[2] ام عطیہؓ اور انصار کی چند عورتین زخمیون کی مرہم پٹی کرتی تھین، اور اس مقصد کے لیے وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات مین شریک ہوا کرتی تھین،[3] ربیع بنت معوذؓ وغیرہ نے شہدا و مجروحین کو قتل گاہ سے اٹھا کر مدینہ پہنچایا تھا،[4] ام زیاد اشجعیہ اور دوسری پانچ عورتون نے غزوۂ خیبر مین شرکت کر کے مسلمانون کو مدد دی تھی، وہ تیر اٹھا کر دیتی اور ستو پلاتی تھین،[5] حضرت [illegible] نے غزوۂ [illegible] مین صحابہؓ کے لیے کھانا پکایا تھا،[6] غزوات اور فتوحات وغیرہ کی لڑائیون مین جو [illegible] ہوئی ہین، عورتون اور بچون نے [illegible] کی خدمت انجام دی تھی،[7] اور جنگ یرموک مین جب مسلمانون کا میمنہ ہٹتے ہٹتے حرم کے خیمہ گاہ تک آگیا تو ہندہؓ اور خولہؓ وغیرہ نے پرجوش اشعار پڑھ کر لوگون کو غیرت دلائی تھی۔[8]

اشاعت اسلام بھی مذہب کی ایک بڑی خدمت ہے، اور صحابیاتؓ نے اس سلسلہ مین خاص کوششین کی ہین، چنانچہ حضرت فاطمہؓ بنت خطاب کی دعوت پر حضرت عمرؓ نے

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۰۹ [2] صحیح بخاری [3] ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۵ [4] بخاری کتاب الطب باب مداواۃ الرجل المرأۃ

[5] ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۰ [6] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۵ [7] طبری ج ۶ ص ۲۳۰۰ [8] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۰۳

اسلام قبول کیا تھا،[1] ام سلیمؓ کی ترغیب سے ابو طلحہؓ نے آستانۂ اسلام پر سر جھکایا تھا،[2] عکرمہؓ اپنی بیوی ام حکیمؓ کے سمجھانے پر مسلمان ہوئے تھے،[3] اور ام شریک دوسیہؓ کی وجہ سے قریش کی عورتوں میں اسلام پھیلا تھا جو نہایت مخفی طور پر اس خدمت کو انجام دیتی تھیں،[4]

اسلام کی حفاظت بھی ایک اہم کام ہے، اور متعدد صحابیاتؓ میں سب سے زیادہ اس خدمت کو حضرت عائشہؓ صدیقہ نے ادا کیا ہے، ۳۶ھ میں جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور نظام مذہب درہم برہم ہو گیا تو انہوں نے اصلاح کی آواز بلند کی جس پر مکہ اور بصرہ کے لوگوں نے لبیک کہا،

نماز کی امامت بھی ایک اہم کام ہے، اور متعدد صحابیات نے اس کو بھی کبھی عورتوں کے مجمع میں انجام دیا ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، ام ورقہ بنتؓ عبد اللہ اور سعدہ بنتؓ قمامہ عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں، ام ورقہؓ کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ انہوں نے اپنے مکان کو سجدہ گاہ بنالیا تھا، جہاں وہ ہمیشہ امامت کرتی اور اذان دیتی تھیں،[5] (عورت کی اقتدا عورت کے پیچھے درست ہے، مگر حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے)

سیاسی کارنامے

صحابیاتؓ نے متعدد سیاسی خدمتیں بھی انجام دی ہیں، چنانچہ حضرت شفاءؓ بنت عبد اللہ اس درجہ صائب الرائے تھیں کہ حضرت عمرؓ ان کی تحسین کرتے اور ان سے مشورہ لیتے تھے،[6] حضرت عمرؓ نے بسا اوقات بازار کا انتظام بھی ان کے سپرد کیا ہے۔[7]

ہجرت سے قبل جب قریش نے کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کرنا چاہا تو رقیقہ بنت صیفی نے جو عبد المطلب کی پوتی تھیں، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ارادہ کی اطلاع دی،

---

۱ اسد الغابہ ج ۵ ص ۹ ... ۲ ... ج ۸ ص ۴۰۷ ۳ مسند ج ۶ ص ۴۰۵ ۴ مؤطا امام مالک کتاب النکاح ۵ اسد الغابہ ج ۵ ص ... ۶ ... ۷ ... ۸ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۶ ۹ اصابہ ج ۸

چنانچہ آپ خوابگاہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے[1]،

عورت کے سیاسی اختیارات اس قدر وسیع ہیں کہ وہ دشمنوں کو پناہ دے سکتی ہے۔ اور امام اس کے امان کو برقرار رکھ سکتا ہے، سنن ابی داؤد میں لکھا ہے کہ فتح مکہ کے زمانہ میں ام ہانیؓ نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیر تھیں، ایک مشرک کو پناہ دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[2]،

قد اجرنا من اجرت و امنا من امنت	تم نے جس کو پناہ یا امان دی ہم نے بھی دی،

علمی کارنامے	اسلامی علوم یعنی قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض میں متعدد صحابیات

کمال رکھتی تھیں، حضرت عائشہؓ، حفصہؓ، ام سلمہؓ اور ام ورقہؓ نے پورا قرآن مجید حفظ کیا تھا، ہندہ بنت اسید، ام ہشامؓ بنت حارثہ، رائطہؓ بنت حیان اور ام سعدؓ بنت سعد ابن ربیع نے بعض حصوں کو زبانی یاد کیا تھا، ام سعدؓ قرآن مجید کا درس بھی دیتی تھیں[4]،

تفسیر میں حضرت عائشہؓ کو خاص کمال تھا، چنانچہ صحیح مسلم کے آخر میں ان کی تفسیر کا معتدبہ حصہ منقول ہے،

حدیث میں ازواج مطہراتؓ عموماً اور حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ خصوصاً تمام صحابیات سے ممتاز تھیں[5]، حضرت عائشہؓ کی روایات ۲۲۱۰ ہیں، اور حضرت ام سلمہؓ نے ۳۷۸ حدیثیں روایت کی ہیں، ان کے علاوہ ام عطیہؓ اور اسماء بنت ابی بکرؓ، ام ہانیؓ اور فاطمہ بنت قیس بھی کثیر الروایہ گذری ہیں،

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۵ [2] ابوداؤد جلد ۱ ص ۴، ۲ [3] فتح الباری ج ۹ ص ۴۴،

[4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۸ [5] ابن سعد ج ۲ ق ۲ ص ۱۲۶

فقہ میں حضرت عائشہؓ کے فتاوے اس قدر ہیں کہ متعدد ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں،[1]
حضرت ام سلمہؓ کے فتاوے سے ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے، حضرت صفیہؓ، حفصہؓ،
ام حبیبہؓ، جویریہؓ، میمونہؓ، فاطمہ زہراؓ، ام شریکؓ، ام عطیہؓ، اسماؓ بنت ابی بکرؓ، لیلیٰؓ بنت
قائف، خولاؓ بنت تویت، ام الدرداؓ، عاتکہؓ بنت زید، سہلاؓ بنت سہیل، فاطمہؓ بنت
قیس، زینبؓ بنت ابو سلمہؓ، ام ایمنؓ، ام یوسفؓ، ام سلمہؓ کے فتاوے ایک مختصر رسالہ
میں جمع کیے جا سکتے ہیں،

فرائض میں حضرت عائشہؓ کو خاص مہارت تھی، اور بڑے بڑے صحابہؓ ان سے فرائض
کے متعلق مسائل دریافت کرتے تھے،[2]

اسلامی علوم کے علاوہ اور علوم میں بھی صحابیاتؓ دستگاہ رکھتی تھیں مثلاً علم اسرار
میں حضرت ام سلمہؓ کو پوری واقفیت تھی،[3] خطابت میں اسماء بنت سکنؓ کا خاص شہرہ تھا،[4]
تعبیر میں اسما بنت عمیسؓ مشہور تھیں،[5]

طب اور جراحی میں رفیدہ اسلمیہؓ، ام مطاعؓ، ام کبشہؓ، حمنہ بنت جحشؓ، معاذہؓ، لیلیٰؓ،
امیمہؓ، ام زیادؓ، ربیع بنت معوذؓ، ام عطیہؓ، ام سلیمؓ کو زیادہ مہارت تھی، رفیدہؓ کا خیمہ جس میں
جراح خانہ بھی تھا، مسجد نبویؐ کے پاس تھا،[6]

شاعری میں خنساؓ، سعدیؓ، صفیہؓ، عاتکہؓ، امامہ مریدیہؓ، ہند بنت حارثؓ، زینب
بنت عوام، اروی، عاتکہ بنت زید، ہند بنت اثاثہؓ، ام ایمنؓ، قتیلہ عبد ربہ، کبشہ بنت
رافع، میمونہ بلویہؓ، نعمؓ، رقیہؓ زیادہ نامور ہیں، خنساؓ کا جواب آج تک عورتوں میں نہیں پیدا ہوا،

[1] اعلام الموقعین ابن قیم ج ۱ ص ۱۲ [2] ابن سعد ج ۲ ق ۲ ص ۲۶ [3] مسند ج ۶ [4] اصابہ ج ۸ ص ۱۲ [5] الفتح
[6] ابن سعد ج ۸ ص ۲۱۳

ان کا دیوان چھپ گیا ہے،

عملی کارنامے اس سے مراد صنعت و حرفت ہے، جس میں سیاکت، خیاطت، کتابت، تجارت اور خیاطت وغیرہ داخل ہیں، اسد الغابہ اور مسند احمد بن حنبل کی متعدد روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابیات عموماً کپڑا بنا کرتی تھیں، جو ان کو اور ان کی اولاد کو کافی ہوتا تھا،[1]

کاشتکاری تمام صحابیات نہیں کرتی تھیں، بلکہ وہ مدینہ یا دیگر سرسبز مقامات کے باشندوں کے ساتھ مخصوص تھی، مدینہ میں عموماً انصار کی عورتیں کاشتکاری کرتی تھیں، مہاجر عورتوں میں حضرت اسماءؓ کا بھی یہی مشغلہ تھا،[2]

لکھنا بہت سی صحابیاتؓ جانتی تھیں، چنانچہ شفاءؓ بنت عبد اللہ کو اس میں خاص طور پر شہرت حاصل ہے، جنھوں نے ایام جاہلیت ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، شفاءؓ کے علاوہ حضرت حفصہؓ، ام کلثومؓ بنت عقبہ اور کریمہ بنت المقدادؓ بھی لکھنا جانتی تھیں، حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ گرچہ پڑھنا آتا تھا، لیکن لکھنا نہیں آتا تھا۔[3]

صحابیاتؓ میں بعض عورتیں تجارت بھی کرتی تھیں، چنانچہ حضرت خدیجہؓ کی تجارت نہایت وسیع پیمانہ پر شاہدہ سے تھی، حولاءؓ لیکہ ثقفیہ اور بنت مخرمہ عطر کی تجارت کیا کرتی تھیں،[4]

سینا عام تھا، چنانچہ فاطمہ بنت شیبہؓ وغیرہ کے حالات سے اس کا پتہ چلتا ہے،

شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات میں انصار کی لڑکیاں گیت گاتی تھیں، بلکہ کبھی کبھی شادی بیاہ اور خوشی کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اشعار گائے ہیں،

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۳۵ و مسند ج ۶ ص ۱۰۰، [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸۲، [3] فتوح البلدان بلاذری ص ۴۷۱ و ۴۷۲، [4] اصابہ ج ۸ ص ۷۱، [5] اسد الغابہ ص ۳۳۲ و ۴۳۵ ج ۵،

اور ربیع بنت معوذ نے جو حدیث روایت کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دیدی تھی، مدینہ مین ایک بی بی تھین جن کا نام ارنب تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عائشہؓ نے ان کو انصار کی بعض شادیون میں گیت گانے کو بھیجا ہے، ارنبؓ کا تذکرہ اصابہ مین آیا ہے[1]،

ازواج مطہراتؓ میں حضرت ام سلمہؓ لحن کے ساتھ قرآن پڑھتی تھین اور ٹھیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر پڑھ سکتی تھین[2].

ان صنعتون کے علاوہ بعض صحابیاتؓ اور کام بھی جانتی تھین، مثلاً حضرت میمونہؓ طائف کی کھالین درست کرتی اور ان کو دباغت دیتی تھین[3]، حضرت زینبؓ بھی دستکاری جانتی تھین،

اس تمام تفصیل کے بعد اب ہم کو اس کتاب کے متعلق عرض کرنا ہے،

انتخاب وترتیب | یہ کتاب صحابیاتؓ کے حالات مین ہے، اور سیر الصحابہؓ کی آخری جلد ہے، صحابیاتؓ کے حالات مین اگرچہ بعض مخصوص کتابین لکھی گئی ہین، مثلاً ابن اثیر المتوفی سنہ ۶۳۰ھ نے تاریخ النساء کے نام سے ایک کتاب لکھی، جو ناپید ہے، اس کے علاوہ اسماء الرجال کی تمام کتابون مین ان کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا، چنانچہ ابن مندہ المتوفی سنہ ۳۹۵ھ، ابو نعیم (المتوفی سنہ ۴۳۰ھ) قاضی ابن عبد البر (المتوفی سنہ ۴۶۳ھ) اور ابو موسیٰ اصفہانی (المتوفی سنہ ۵۸۱ھ) نے اپنی کتابون مین ان کے حالات لکھے ہین،

قاضی ابن عبد البر کی کتاب کا نام استیعاب ہے، اسمین ۳۹۰ صحابیاتؓ کے حالات ہین، جن مین مکرر راستے ہین، اصابہ مین لکھا ہے کہ استیعاب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قاضی صاحب

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴ [2] مسند ج ۶ ص ۳۰۰ و ۳۰۲ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۴،

[4] ایضاً ص ۵۶۴ [5] ایضاً ص ۴۶۲

نے اپنے خیال مین تمام صحابیہؓ کا استقصا کر لیا تھا. حالانکہ اگر صحابیہؓ کو چھوڑ کر صرف صحابیاتؓ کو لیا جائے تب بھی یہ خیال غلط ٹھہرتا ہے. طبقات الصحابہؓ مین جو محمد بن سعد زہری کاتب واقدی کی تصنیف ہے. اور تیسری صدی کے اوائل مین لکھی گئی ہے، ۶۲۲ عورتون کے حالات ہین. جن مین ۹۳ غیر صحابیات ہین، ابن سعد نے اپنی کتاب کی آٹھوین جلد مستقل عورتوں کے حالات میں لکھی ہے،

قاضی صاحب کے بعد علامہ ابن اثیر جزری المتوفی سنہ ۶۳۰ھ نے اسد الغابہ کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی جس میں عورتوں کے حالات کا ایک حصہ مخصوص کیا، اس میں ۱۰۲۲ صحابیاتؓ کے نام ہیں جنہیں مکررات کے علاوہ ۷۰ مجہول عورتیں بھی ہیں.

نویں صدی میں حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ھ نے اسماء الرجال پر دو نہایت ضخیم کتابین لکھین، تہذیب التہذیب اور اصابہ فی تمیز الصحابہ، تہذیب کی بارہویں جلد کا ایک حصہ عورتون کے حالات میں ہے، جن میں ۳۲۲ عورتون کے تذکرے ہیں، ان میں مکرر نام بھی آ گئے ہیں، اور تابعیات کے حالات بھی. البتہ اصابہ کی آٹھویں جلد خاص صحابیات کے حالات مین ہے جس مین ۱۵۴۳ عورتوں کا تذکرہ کیا ہے، اس مین مکررات بھی ہین اور کنیتین بھی، اصابہ مین صحابیاتؓ کی سب سے بڑی تعداد مذکور ہے،[1]

تاہم ان تمام کتابون مین چند خصائص مشترک ہین (۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسماء الرجال کے مصنفین کا مقصد محض نامون کا استقصاء ہوتا ہے. ان کو اپنے مقصد کے لحاظ سے اس سے بحث نہین ہوتی کہ جو واقعات ہاتھ آئے ہین: ان سے

---

[1] یہ تعداد تخمینی ہے،

کوئی مفید تاریخی نتیجہ نکل سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ بحث ان کے فن سے خارج ہے،
(۲) کثرت سے ان کو ایسے نام لکھنے پڑتے ہیں، جن کے حالات دوسرے طریقوں سے
بالکل معلوم نہیں ہوتے یہ وہ نام ہین جو برسبیل تذکرہ کسی حدیث میں آگئے ہین،
(۳) بعض جگہ صرف کنیت یا لقب لکھ دیتے ہین کہ اس سے زیادہ ان کا کوئی حال
ان کو معلوم نہ ہو سکا (۴) کہیں بالکل مبہم تذکرہ کرتے ہین، مثلاً امرأت (ایک عورت)
اور اس کے بعد کوئی واقعہ لکھتے ہین، اس سے زیادہ کا علم ہی نہین ہوتا (۵) عموماً
جن عورتون کے حالات پہلے لکھ جاتے ہین، ان کا کنیتون اور القاب مین دوبارہ
تذکرہ کرتے ہین جس سے تکرار پیدا ہوتی ہے،

ان کے علاوہ ایک اور مشکل یہ ہے کہ ان تمام کتابون مین کوئی خاص ترتیب
ملحوظ نہیں ہے، تہذیب مین تو تابعیات تک کے حالات ہین، البتہ طبقات ابن سعد
اس بکھیڑے مین شامل نہین ہے، وہ ترتیب کے ساتھ لکھی گئی ہے، پہلے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی صاحبزادیون، پھوپھیون، ان کی لڑکیون، ازواج مطہرات رضی کے تراجم
ہین، پھر قریش اور عام مہاجرات رضی کا تذکرہ ہے، اس کے بعد انصاریات رضی کے حالات
ہین، جن مین ہر خاندان کا ذکر جدا جدا ہے، آخر مین ان عورتون کا تذکرہ ہے جنھون نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے ازواج مطہرات رضی وغیرہ سے روایت کی ہے،
اور یہ حصہ صحابیات سے بالکل الگ ہے،

اس مین شک نہین کہ صحابیات کے استقصاء اور ان کی سیرتون کی ترتیب کا
اس سے بہتر کوئی طریقہ نہین ہو سکتا، لیکن موجودہ زمانہ مین فن سیرت نگاری نے جو
ترقی کی ہے، اس کے لحاظ سے یہ تمام کتابین ناکافی تھین اور مسلمانون کا موجودہ تنزل

ان کی زندگی کو نئے آب و رنگ سے پیش کرنے کو داعی تھا، اس بنا پر ہم نے کتب اسماء
الرجال کے علاوہ صحاح ستہ اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ کا مطالعہ کرکے مفید معلومات کا
اضافہ کیا، اور بالکل جدید انداز سے صحابیات کی سیریں مرتب کیں،

اسماء الرجال کی کتابوں میں مناقب پر زیادہ زور دیا جاتا تھا، ہم نے ان کے بجائے
مذہبی، سیاسی، علمی اور اخلاقی کارناموں پر زیادہ توجہ کی، اور ان کو زیادہ تفصیل
کے ساتھ لکھا، کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جو ایک مردہ قوم کے قالب میں جان ڈال سکتی
ہیں، یہی وہ خیال تھا جس نے خود بخود صحابیاتؓ کی تعداد کو گھٹا دیا، جس سے ہمارا
دائرۂ انتخاب ابھی بہت کچھ محدود ہو گیا،

اس کتاب میں ۵۰ صحابیاتؓ کی سوانح عمریاں ہیں، جو شرائط مذکورہ کے ساتھ
لکھی گئی ہیں، اور اس بنا پر یہ کتاب فن اسماء الرجال میں داخل ہونے کے بجائے
صحابیات کی تاریخ بن گئی ہے، جس میں ان کے محاسن کمال کا ایک ایک خال و خط
نظر آتا ہے،

واقعات کے انتخاب میں خاص احتیاط مد نظر رکھی گئی ہے، اور ان کو روایت
و درایت کی کسوٹی پر جانچ لیا گیا ہے، اسی بنا پر بہت سے واقعات جو عام کتب رجال
میں مندرج ہیں، اس کتاب میں نہیں ملیں گے،

ناظرین کو صحابیاتؓ کے حالات میں بعض ایسی روایتیں ملیں گی جو مسائل
فقہیہ کے معارض ہیں، اس لیے یہ بات واضح رہنا چاہیے کہ یہ کتاب تذکرہ و تراجم کی
ہے، اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس پاکیزہ جماعت کی زندگی کا نقشہ ہمارے سامنے
آجائے، مسائل فقہیہ کی تشریح اور روایات مختلفہ کی تطبیق و ترجیح اس کا موضوع نہیں

ہے، اس لیے اختلافی مسائل فقہیہ ہیں اس کتاب کو اپنے عمل کے لیے سند بنانا میوزہ ہوگا
ناظرین کی سہولت کے لیے اس قسم کی مندرجہ روایات پر نوٹ دیدیے گئے ہیں)

ان تمام باتون کے ساتھ ممکن بلکہ اغلب ہے کہ مجھ سے تحریر ہیں کچھ فروگذاشتین ہوگئی ہوں، لیکن انسان اس سے زیادہ اور کیا کرسکتا ہے۔ وقد قال اللہ تعالیٰ

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔

سعید انصاری

دار المصنفین اعظم گڈھ

۸ محرم سنہ ۱۳۴۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچۂ طبع ثانی

دار المصنفین نے سیر الصحابہؓ کا جو سلسلہ لکھا اور شائع کیا تھا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مسلمانون مین اس کو مقبولیت بخشی، اور بہت سے سعادتمندون کو اس سے علمی وعملی فائدے پہنچائے۔ اس سے امید ہے کہ اس سلسلہ کے لکھنے والون کو انشاء اللہ تعالیٰ اجرِ آخرت بھی ملے گا،

اس سلسلہ کو دار المصنفین کے حسب ذیل رفقا نے لکھ کر پورا کیا ہے،

(۱) مولانا عبد السلام صاحب ندوی،

(۲) مولانا حاجی معین الدین صاحب ندوی مرحوم سابق صدر مدرس مدرسۂ شمس الہدیٰ، پٹنہ،

(۳) مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی،

(۴) مولانا سعید انصاری صاحب،

یہ سیر صحابیاتؓ آخر الذکر رفیق کے قلم سے نکلی ہے، اور یہ پہلی دفعہ آج کے ۲۳ برس پہلے ۱۳۴۰ھ مین چھپی تھی، اور اب وہ دوبارہ شائع کی جا رہی ہے،

اس دوسرے اڈیشن پر ہمارے ایک اور رفیق مولانا محمد ادریس صاحب نگرامی ندوی نے نظرِ ثانی کی ہے، حوالوں کی تصحیح، بعض غلطیوں کی اصلاح اور بعض مطالب میں مناسب ترمیم بھی انھوں نے کی ہے جس کے لیے وہ شکریہ کے مستحق ہیں، امید ہے کہ یہ کتاب اس کے بعد اپنی افادیت میں پہلے سے بہتر اور انشاء اللہ مؤلف اور مصحح دونوں کے لیے خیرِ جاری ثابت ہوگی،

مسلمان عورتیں زمانہ کے مختلف حالات سے بدل رہی ہیں، ان کے سامنے سعادت مند خواتین کا کوئی اسوہ موجود نہیں، اس لیے ان کا راہ سے ہٹنا دور از عقل نہیں لیکن اگر ہماری بہنیں اور بیٹیاں اس کتاب کو اپنی زندگی کا نمونہ بنائیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ دینداری، خداترسی، پاکیزگی، عفت اور صلاح وتقویٰ کے ساتھ وہ دنیا کو کیسے مسخر کر سکتی ہیں، اور دنیا اور آخرت دونوں کی نیکیوں کو اپنے آنچل میں کیسے سمیٹ سکتی ہیں،

والسلام

سید سلیمان ندوی

ناظم دارالمصنفین اعظم گڈھ

۴ شعبان ۱۳۶۲ھ

(۱)

حضرت خدیجہؓ

نام ونسب خدیجہ نام، ام ہند کنیت، طاہرہ لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی، قصی پر پہنچکر ان کا خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مل جاتا ہے، والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا، اور لوی بن غالب کے دوسرے بیٹے عامر کی اولاد تھیں[۱]

حضرت خدیجہؓ کے والد اپنے قبیلہ مین نہایت معزز شخص تھے، مکہ آکر اقامت کی، عبد الدار ابن قصی کے جوان کے ابن عم تھے حلیف بنے، اور بہین فاطمہ بنت زائدہ سے شادی کی جنکے بطن سے عام الفیل سے ۱۵ سال قبل حضرت خدیجہؓ پیدا ہوئین[۱]

سن شعور کو پہنچین تو اپنے پاکیزہ اخلاق کی بنا پر طاہرہ[۲] کے لقب سے مشہور ہوئین۔

نکاح باپ نے ان صفات کا لحاظ رکھکر شادی کے لیے ورقہ بن نوفل کو جو برادر زادہ اور تورات وانجیل کے بہت بڑے عالم تھے، منتخب کیا لیکن پھر کسی وجہ سے یہ نسبت نہ ہوسکی اور ابو ہالہ بن نباش تمیمی سے نکاح ہوگیا[۳]

ابو ہالہ کے بعد عتیق بن عابد مخزومی کے عقد نکاح مین آئین،

اسی زمانہ مین حرب الفجار چھڑی جس مین حضرت خدیجہؓ کے باپ لڑائی کے لیے نکلے اور مارے گئے[۴] یہ عام الفیل سے ۲۰ سال بعد کا واقعہ ہے[۵]

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۸ و ۱۰ [۲] اصابہ ج ۸ ص ۶۰ [۳] استیعاب ج ۲ ص ۷۴۳ [۴] طبقات ج ۱ ص ۹
[۵] ایضاً ص ۱۰۱ ق ۱

تجارت باپ اور شوہر کے مرنے سے حضرت خدیجہؓ کو سخت دقت واقع ہوئی، ذریعۂ معاش تجارت تھی، جس کا کوئی نگران نہ تھا، تاہم اپنے اعزہ کو معاوضہ دیکر مال تجارت بھیجتی تھین ایک مرتبہ مال کی روانگی کا وقت آیا تو ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم کو خدیجہؓ سے جا کر ملنا چاہیے، ان کا مال شام جائے گا، بہتر ہوتا کہ تم بھی ساتھ جاتے، میرے پاس روپیہ نہین، ورنہ مین خود تمھارے لیے سرمایہ مہیا کر دیتا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت "امین" کے لقب سے تمام مکہ مین تھی، اور آپ کے حسن معاملت راستبازی، صدق و دیانت اور پاکیزہ اخلاق کا عام چرچا تھا، حضرت خدیجہؓ کو اس گفتگو کی خبر ملی تو فوراً پیغام بھیجا کہ "آپ میرا مال تجارت لے کر شام کو جائین، جو معاوضہ مین اورون کو دیتی ہون آپ کو اس کا مضاعف دونگی،" آنحضرت صلی اللہ وسلم نے قبول فرما لیا، اور مال تجارت لیکر میسرہ (غلام خدیجہؓ) کے ہمراہ بصریٰ تشریف لے گئے، اس سال کا نفع سالہاے گذشتہ کے نفع سے مضاعف تھا،[1]

حضرت خدیجہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح مین آتی ہین، حضرت خدیجہؓ کی دولت و ثروت اور شریفانہ اخلاق نے تمام قریش کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا، اور ہر شخص ان سے نکاح کا خواہان تھا لیکن کارکنان قضا و قدر کی نظر انتخاب کسی اور پر پڑ چکی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال تجارت لیکر شام سے واپس آئے تو حضرت خدیجہؓ نے شادی کا پیغام بھیجا، نفیسہ بنت منیہ (یعلیٰ بن امیہ کی ہمشیر) اس خدمت پر مقرر ہوئی، آپؐ نے منظور فرمایا،[2] اور شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی، حضرت خدیجہؓ کے والد اگرچہ وفات پا چکے تھے، تاہم ان کے چچا عمرو بن اسد زندہ تھے، عرب مین عورتون کو یہ آزادی حاصل تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کر سکتی تھین، اسی بنا پر حضرت خدیجہؓ

[1] طبقات ج ۸ ق ۱ ص ۸، [2] ایضاً ص ۹،

نے چچا کے ہوتے خود براہ راست تمام مراتب طے کیے۔

تاریخ معین پر ابو طالب اور تمام رؤسائے خاندان جن مین حضرت حمزہؓ بھی تھے حضرت خدیجہؓ کے مکان پر آئے حضرت خدیجہؓ نے بھی اپنے خاندان کے چند بزرگون کو جمع کیا تھا ابو طالب نے خطبۂ نکاح پڑھا عمرو بن اسد کے مشورہ سے ۵۰۰ سو طلائی درہم مہر قرار پایا، اور خدیجہؓ طاہرہ حرم نبوت ہو کر ام المومنین کے شرف سے ممتاز ہوئین، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال کے تھے اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی، یہ بعثت سے پندرہ سال قبل کا واقعہ ہے،[1]

اسلام | پندرہ برس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوئے اور فرائض نبوت کو ادا کرنا چاہا تو سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ کو یہ پیغام سنایا، وہ سننے سے پہلے مومن تھین، کیونکہ ان سے زیادہ آپ کے صدقِ دعویٰ کا کوئی شخص فیصلہ نہین کر سکتا تھا صحیح بخاری باب بدء الوحی مین یہ قصہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، اور وہ یہ ہے،

عن عائشۃ انھا قالت اول مابدئ	حضرت عائشہؓ کہتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا رویائے صادقہ
من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم	سے ہوئی، آپ جو کچھ خواب مین دیکھتے تھے
فکان لا یری رویا الا جاءت مثل	سپیدۂ صبح کی طرح نمودار ہو جاتا تھا،
فلق الصبح، ثم حبب الیہ الخلاء	اس کے بعد آپ خلوت گزین ہو گئے، چنانچہ
وکان یخلو بغار حراء فیتحنث فیہ	کھانے پینے کا سامان لیکر غار حرا تشریف
وھو التعبد اللیالی ذوات العدد	لیجاتے اور وہان تحنث یعنی عبادت کرتے تھے،

[1] اصابہ ج ۸ ص ۶۰

قبل ان ینزع الی اهله ویتزود
لذلک ثم یرجع الی خدیجۃؓ
فیتزود لمثلها حتی جاءہ الحق
وهو فی غار حراء فجاءہ الملک
فقال اقرء فقلت ما انا بقارئ
قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی
الجهد ثم ارسلنی فقال اقرا فقلت
ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی الثانیۃ
حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال
اقرأ فقلت ما انا بقارئ قال فاخذنی
فغطنی الثالثۃ ثم ارسلنی فقال
اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَءْ وَرَبُّکَ
الْاَکْرَمُ، فرجع بها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
یرجف فؤادہ فدخل علی خدیجۃ
بنت خویلد فقال زملونی زملونی
فزملوہ حتی ذهب عنہ الروع
فقال لخدیجۃ واخبرها الخبر
لقد خشیت علی نفسی فقالت

جب سامان ہو چکتا تو پھر خدیجہؓ کے پاس
تشریف لاتے اور پھر واپس جاکر مراقبہ
مین مصروف ہوتے، یہانتک کہ ایک دن
فرشتۂ غیب نظر آیا، کہ آپ سے کہہ رہا ہے پڑھ
آپنے فرمایا مین پڑھا لکھا نہین، اس نے زور
سے دبایا، پھر مجھکو چھوڑ دیا، اور کہا پڑھ تو
مین نے پھر کہا کہ مین پڑھا لکھا نہین، پھر اس نے
دوبارہ زور سے دبایا اور چھوڑ دیا اور کہا پڑھ
پھر مین نے کہا مین پڑھا لکھا نہین، اسی طرح
تیسری مرتبہ دبا کر کہا پڑھ اس خدا کا نام
جس نے کائنات کو پیدا کیا، جس نے آدمی
کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ
تیرا خدا کریم ہے. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
گھر تشریف لائے تو جلال الہی سے لبریز تھے،
آپ نے حضرت خدیجہؓ سے کہا مجھ کو کپڑا
اڑھاؤ مجھکو کپڑا اڑھاؤ، لوگون نے
کپڑا اوڑھایا تو ہیبت کم ہوئی، پھر حضرت
خدیجہؓ سے تمام واقعہ بیان کیا اور کہا
"مجھکو ڈر ہے" حضرت خدیجہؓ نے کہا

خدیجة کلا واللہ ما یخزیک اللہ
ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل
وتکسب المعدوم وتقری الضیف
وتعین علی نوائب الحق فانطلقت
بہ خدیجة حتی اتت بہ ورقة بن
نوفل بن اسد بن عبد العزی
ابن عم خدیجة وکان امرأ تنصر
فی الجاھلیة وکان یکتب الکتاب
العبرانی فیکتب من الانجیل بالعبرانیة
ما شاء اللہ ان یکتب وکان شیخا کبیرا
قد عمی فقالت لہ خدیجة یا ابن عم
اسمع من ابن اخیک فقال لہ ورقة
یا ابن اخی ماذا تری فاخبرہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم خبر ما رأی فقال
لہ ورقة ھذا الناموس الذی
نزل اللہ علی موسی یا لیتنی فیھا جذعا
یا لیتنی اکون حیا اذ یخرجک قومک
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
او مخرجی ھم قال نعم لم یات رجل

آپ متردد نہ ہون، خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑیگا،
کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہین، بے کسون
اور فقیرون کے معاون رہتے ہین، مہمان نواز ی
اور مصائب مین حق کی حمایت کرتے ہین،
پھر وہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل
کے پاس لیگئین، جو مذہباً نصرانی تھے،
عبرانی زبان جانتے تھے، اور عبرانی زبان
مین انجیل لکھا کرتے تھے، اب وہ بوڑھے
اور نابینا ہوگئے تھے، خدیجہؓ نے کہا کہ
اپنے بھتیجے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی
باتین سنو، بولے ابن الاخ تم نے کیا دیکھا؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ کی
کیفیت بیان کی تو کہا یہ وہی ناموس ہے
جو موسیٰ پر اترا تھا، کاش مجھ مین اس وقت
قوت ہوتی اور زندہ رہتا جب آپ کی
قوم آپ کو شہر بدر کریگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے پوچھا کہ کیا یہ لوگ مجھے نکال دین گے؟
ورقہ نے جواب دیا ہان جو کچھ آپ پر نازل
ہوا جب کسی پر نازل ہوتا ہے تو دنیا اسکی

قد بشل ما جئت به الا عودی	ہو جاتی ہے، اور اگر اس وقت تک
وان یدرکنی یومک انصرک نصرا	میں زندہ رہا تو تمھاری وزنی مدد کرونگا
مؤذرا ثم لم ینشب ورقة	اسکے بعد ورقہ کا بہت جلد انتقال ہوگیا
ان توفی وفتر الوحی [1]	اور وحی کچھ دنوں کے لیے رک گئی۔

اس وقت تک نماز پنجگانہ فرض نہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نوافل پڑھا کرتے تھے، حضرت خدیجہؓ بھی آپکے ساتھ نوافل میں شرکت کرتی تھیں، ابن سعد کہتے ہیں [2]

مکث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خدیجہؓ ایک
وخدیجة یصلیان سرا ما شاء اللہ	عرصہ تک خفیہ طور پر نماز پڑھا کیے۔

عفیف کندی سامان خریدنے کے لیے مکہ آئے، اور حضرت عباسؓ کے گھر میں فروکش ہوئے صبح کے وقت ایک دن کعبہ کی طرف نظر تھی، دیکھا کہ ایک نوجوان آیا، اور آسمان کی طرف دیکھکر قبلہ رخ کھڑا ہوگیا، پھر ایک لڑکا اس کے داہنی طرف آکر کھڑا ہوا پھر ایک عورت دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئی، نماز پڑھ کر یہ لوگ چلے گئے، تو عفیف نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ کوئی عظیم الشان واقعہ پیش آنے والا ہے، حضرت عباسؓ نے جواب دیا ہاں" پھر کہا جانتے ہو یہ نوجوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد ہے، یہ دوسرا بھتیجا علی ہے، اور یہ محمدؐ کی بیوی (خدیجہؓ) ہے، میرے بھتیجے کا خیال ہے کہ اس کا مذہب پروردگار عالم کا مذہب ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے، اس کے حکم سے کرتا ہے، دنیا میں جہانتک مجھ کو علم ہے اس خیال کے صرف یہی تین شخص ہیں، [3]

عقیلی اس روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک اس کے ضعیف ہونے

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳ [2] طبقات ج ۸ ص ۱۰ [3] ایضاً ص ۱۰ و ۱۱

کی کوئی وجہ نہین، درایت کے لحاظ سے اس مین کوئی خرابی نہین، روایت کی حیثیت سے اس کے ثبوت کے متعدد طرق مین محدث ابن سعد نے اس کو نقل کیا ہے، بغوی، ابو یعلی اور نسائی نے اسکو اپنی کتابون مین جگہ دی ہے، حاکم، ابن خیثمہ، ابن مندہ اور صاحب غیلانیات نے اسے مقبول مانا ہے، اور سب سے بڑھکر یہ کہ اسکو امام بخاری نے اپنی تاریخ مین درج کیا ہے، اور اسکو صحیح کہا ہے۔

حضرت خدیجہؓ نے صرف نبوت کی تصدیق ہی نہین کی، بلکہ آغاز اسلام مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی معین و مددگار ثابت ہوئین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چند سال تک کفار مکہ اذیت دیتے ہوئے ہچکچاتے تھے، اس مین بڑی حد تک حضرت خدیجہؓ کا اثر کام کر رہا تھا، اوپر گذر چکا ہے کہ آغاز نبوت مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "مجھکو ڈر ہے" تو انھون نے کہا کہ "آپ متردد نہ ہون، خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑیگا"۔ دعوت اسلام کے سلسلے مین جب مشرکین نے آپ کو طرح طرح کی اذیتین پہنچائین تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی اور تشفی دی، استیعاب مین ہے،

فکان لا یسمع من المشرکین	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی تردید یا تکذیب
شیئا یکرہ من رد علیہ وتکذیب لہ	سے جو کچھ صدمہ پہنچتا حضرت خدیجہؓ کے پاس آکر
الا فرج اللہ عنہ بہا تثبتہ وتصدق	دور ہوجاتا تھا، کیونکہ وہ آپ کی باتون کی تصدیق
وتخفف عنہ وتھون علیہ	کرتی تھین، اور مشرکین کے معاملہ کو آپ کے
ما یلقی من قومہ	سامنے ہلکا کر کے پیش کرتی تھین،

سنہ ۷ نبوی مین جب قریش نے اسلام کے تباہ کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ تدبیر سوچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کو ایک گھاٹی مین محصور کیا جائے، چنانچہ ابو طالب مجبور ہو کر

---

[1] طبقات ج ۲ ص ۱۰،

تمام خاندان ہاشم کے ساتھ شعب ابو طالب مین پناہ گزین ہوئے، حضرت خدیجہؓ بھی ساتھ آئین،
سیرت ابن ہشام مین ہے،[۱]

وہی عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
ومعہ فی الشعب	شعب ابو طالب مین تھین،

تین سال تک بنو ہاشم نے اس حصار مین بسر کی، زمانہ ایسا سخت گذرا کہ طلح کے پتے کھا کھا کر رہتے تھے، تاہم اس زمانہ مین بھی حضرت خدیجہؓ کے اثر سے کبھی کبھی کھانا پہنچ جاتا تھا، چنانچہ ایک دن حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہؓ کا بھتیجا تھا، تھوڑے سے گیہون اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہؓ کے پاس بھیجے، راہ مین ابوجہل نے دیکھ لیا اور چھین لینا چاہا، اتفاق سے ابوالبختری کہین سے آگیا، وہ اگرچہ کافر تھا، لیکن اس کو رحم آیا، ابوجہل سے کہا ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ کھانے کے لیے بھیجتا ہے تو کیون روکتا ہے،[۲]

وفات حضرت خدیجہؓ نکاح کے بعد ۲۵ برس تک زندہ رہین اور ۱۱ رمضان سنہ ۱۰ نبوی (ہجرت سے تین سال قبل[۳]) انتقال کیا، اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال ۶ ماہ کی تھی، چونکہ نماز جنازہ اس وقت تک مشروع نہین ہوئی تھی، اس لیے ان کی لاش اسی طرح دفن کر دی گئی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر مین اترے، اور اپنی سب سے بڑی غمگسار کو داعی اجل کے سپرد کیا، حضرت خدیجہؓ کی قبر حجون مین ہے،[۴] اور زیارت گاہ خلائق ہے،

حضرت خدیجہؓ کی وفات سے تاریخ اسلام مین ایک جدید دور شروع ہوا، یہی زمانہ ہے جو اسلام کا سخت ترین زمانہ ہے، اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سال کو عام الحزن (سال غم) فرمایا کرتے تھے، کیونکہ ان کے اٹھ جانے کے بعد قریش کو کسی شخص کا پاس نہین رہ گیا تھا، اور آپ

۱؎ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۹۲ ۲؎ ایضاً ۳؎ بخاری ج ۱ ص ۵۵۱ ۴؎ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۱

وہ نہایت بے رحمی اور بیباکی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے تھے، اسی زمانہ میں آپ اہل مکہ سے ناامید ہو کر طائف تشریف لے گئے تھے،

اولاد | حضرت خدیجہؓ کے بہت سی اولاد ہوئی، ابوہالہ سے جو ان کے پہلے شوہر تھے، دو لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام ہالہؓ اور ہندؓ تھے، دوسرے شوہر یعنی عتیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کا نام بھی ہند تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ اولادیں ہوئیں دو صاحبزادے جو بچپن میں انتقال کر گئے، اور چار صاحبزادیاں، نام حسب ذیل ہیں[1]،

(۱) حضرت قاسمؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے لڑکے تھے، ان ہی کے نام پر آپ ابوالقاسم کنیت کرتے تھے، صغر سنی میں مکہ میں انتقال کیا، اس وقت پیروں چلنے لگے تھے، (۲) حضرت زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں،

(۳) حضرت عبد اللہ نے بہت کم عمر پائی، چونکہ زمانہ نبوت میں پیدا ہوئے تھے، اس لیے طیب اور طاہر کے لقب سے مشہور ہوئے (۴) حضرت رقیہؓ (۵) حضرت ام کلثومؓ (۶) حضرت فاطمہ زہراؓ، ان سب میں ایک ایک سال کا چھوٹا بڑا پا تھا، حضرت خدیجہؓ اپنی اولاد کو بہت چاہتی تھیں، اور چونکہ دنیا نے بھی ساتھ دیا تھا یعنی صاحب ثروت تھیں، اس لیے عقبہ کی لونڈی سلمہ کو بچوں کی پرورش پر مقرر کیا تھا، وہ ان کو کھلاتی اور دودھ پلاتی تھی،

ازواج مطہراتؓ میں حضرت خدیجہؓ کو بعض خاص خصوصیتیں حاصل ہیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں، وہ جب عقد نکاح میں آئیں تو انکی عمر چالیس برس کی تھی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی حضرت ابراہیمؓ کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد ان ہی سے پیدا ہوئی،

---

[1] زرقانی جلد ۳ ص ۲۲۰

فضائل ومناقب ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہؓ کی عظمت وفضیلت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرض نبوت ادا کرنا چاہا تو فضائے عالم سے ایک آواز بھی آپ کی تائید مین نہ اٹھی، کوہ حرا، وادی عرفات، جبل فاران غرض تمام جزیرۃ العرب آپ کی آواز پر ایک پیکر تصویر بنا ہوا تھا لیکن اس عالمگیر خاموشی مین صرف ایک آواز تھی جو فضائے مکہ مین تموج پیدا کر رہی تھی، یہ آواز حضرت خدیجہ طاہرہؓ کے قلب مبارک سے بلند ہوئی تھی، جو اس ظلمتکدۂ کفر وضلالت مین انوار الٰہی کا دوسرا تجلی گاہ تھا

حضرت خدیجہؓ وہ مقدس خاتون ہین جنھون نے نبوت سے پہلے بت پرستی ترک کردی تھی، چنانچہ مسند ابن حنبل مین روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ سے فرمایا، "بخدا مین کبھی لات وعزیٰ کی پرستش نہ کرون گا" انھون نے جواب دیا کہ لات کو جانے دیجیے، عزیٰ کو جانے دیجیے، یعنی ان کا ذکر بھی نہ کیجیے[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کی صدا بلند کی تو سب سے پہلے ان ہی نے اس پر لبیک کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کو انکی ذات سے جو تقویت تھی وہ سیرت نبوی کے ایک ایک صفحہ سے نمایان ہے، ابن ہشام مین ہے،

وكانت له وزير صدق	وہ اسلام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
على الاسلام	کی سچی مشیر کار تھین،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو محبت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ باوجود اس تمول اور اس دولت وثروت کے جو ان کو حاصل تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت خود کرتی تھین، چنانچہ صحیح بخاری مین روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ خدیجہؓ برتن مین کچھ لا رہی ہین، آپ ان کو خدا کا اور میرا سلام پہنچا دیجیے[2]،

---

(1) مسند ج ۴ ص ۲۲۲) (2) صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن حارثہ سے سخت محبت تھی، لیکن وہ مکہ میں غلام کی حیثیت سے رہتے تھے، حضرت خدیجہؓ نے ان کو آزاد کیا، اور اب وہ کسی دنیاوی رئیس کے خادم ہونے کے بجائے شہنشاہ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلام تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت خدیجہؓ سے انتہا محبت تھی، آپ نے ان کی زندگی تک دوسری شادی نہیں کی، ان کی وفات کے بعد آپ کا معمول تھا کہ جب گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو آپ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی سہیلیوں کے پاس گوشت بھجواتے تھے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ گو میں نے خدیجہؓ کو نہیں دیکھا لیکن مجھ کو جس قدر ان پر رشک آتا تھا کسی اور پر نہیں آتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کا ذکر کیا کرتے تھے، ایک دفعہ میں نے اس پر آپ کو رنجیدہ کیا، لیکن آپ نے فرمایا "خدا نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے"[۱]

ایک دفعہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد ان کی بہن ہالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئیں اور استیذان کے قاعدہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی، ان کی آواز حضرت خدیجہؓ سے ملتی تھی، آپ کے کانوں میں آواز پڑی تو حضرت خدیجہؓ یاد آ گئیں، اور آپ جھجک اٹھے اور فرمایا کہ "ہالہ ہوں گی" حضرت عائشہؓ بھی موجود تھیں، ان کو نہایت رشک ہوا، بولیں کہ "آپ کیا ایک بڑھیا کی یاد کیا کرتے ہیں جو مر چکیں اور خدا نے ان سے اچھی آپ کو بیویاں دیں"۔ صحیح بخاری میں یہ روایت یہیں تک ہے لیکن استیعاب میں ہے کہ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہرگز نہیں، جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے تصدیق کی، جب لوگ کافر تھے تو وہ مسلمان ہوئیں، جب میرا کوئی مددگار نہ تھا تو انہوں نے میری مدد کی، اور میری اولاد انہی سے ہوئی"[۲]

---

[۱] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۳ [۲] سیرۃ النبی مجلد دوم طبع دوم ص ۴۰۴

حضرت خدیجہؓ کے مناقب مین بہت سی حدیثین مروی ہین، صحیح بخاری او رمسلم مین ہے،

خیر نسائھا مریم بنت عمران	عالم مین افضل ترین عورت مریمؑ
وخیر نسائھا خدیجۃ بنت خویلد	اور خدیجہؓ ہین،

ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، خدیجہؓ آئین تو فرمایا،

بشرھا ببیت فی الجنۃ	انکو جنت مین ایک ایسا گھر ملنے کی بشارت
من قصب لا صخب فیہ	سنا دیجئے جو موتی کا ہوگا اور جس مین شور وغل
ولا نصب[1]	اور محنت ومشقت نہ ہوگی،

---

[1] بخاری باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلھا،

(۲)

حضرت سودہؓ

نام ونسب سودہ نام تھا، قبیلہ عامر بن لوی سے تھیں، جو قریش کا ایک نامور قبیلہ تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر ابن لوی، ماں کا نام شموس تھا، یہ مدینہ کے خاندان بنو نجار سے تھیں، ان کا پورا نام ونسب یہ ہے، شموس بنت قیس بن زید بن عمرو بن لبید بن فراش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار

نکاح سکرانؓ بن عمرو سے جو ان کے والد کے ابن عم تھے، شادی ہوئی

قبول اسلام ابتدائے نبوت میں مشرف بہ اسلام ہوئیں، ان کے ساتھ ان کے شوہر بھی اسلام لائے، اس بنا پر ان کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے، حبشہ کی پہلی ہجرت کے وقت تک حضرت سودہؓ اور ان کے شوہر مکہ ہی میں مقیم رہے، لیکن جب مشرکین کے ظلم وستم کی کوئی انتہا نہ رہی اور مہاجرین کی ایک بڑی جماعت ہجرت کے لیے آمادہ ہوئی تو اس میں حضرت سودہؓ اور ان کے شوہر بھی شامل ہو گئے،

کئی برس حبشہ میں رہ کر مکہ کو واپس آئیں، اور سکرانؓ نے کچھ دن کے بعد وفات پائی،

حضرت سودہؓ حرم نبوت میں ازواج مطہرات میں یہ فضیلت صرف حضرت سودہؓ کو حاصل ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد سب سے پہلے وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں، حضرت خدیجہؓ کے انتقال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت پریشان وغمگین تھے، یہ

حالت دیکھکر خولہؓ بنت حکیم (عثمان بن مظعون کی بیوی) نے عرض کی کہ آپ کو ایک مونس و رفیق کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا ہان، گھر بار بال بچون کا انتظام سب خدیجہؓ کے متعلق تھا، آپ کے ایما سے وہ حضرت سودہؓ کے والد کے پاس گئین، اور جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا، انعم صباحا، پھر نکاح کا پیغام سنایا، انھون نے کہا ہان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شریف کفو ہین لیکن سودہؓ سے بھی تو دریافت کرو، غرض سب مراتب طے ہوگئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے اور سودہؓ کے والد نے نکاح پڑھایا، چارسو درہم مہر قرار پایا، نکاح کے بعد عبداللہ بن زمعہ (حضرت سودہؓ کے بھائی) جو اس وقت کافر تھے، آئے اور ان کو یہ حال معلوم ہوا تو سر پر خاک ڈال لی کہ کیا غضب ہوگیا، چنانچہ اسلام لانے کے بعد اپنی اس حماقت و نادانی پر ہمیشہ ان کو افسوس آتا تھا۔[1]

حضرت سودہؓ کا نکاح رمضان سنہ ۱۰ نبوی مین ہوا، اور چونکہ ان کے اور حضرت عائشہؓ کے نکاح کا زمانہ قریب قریب ہے، اس لیے مورخین مین اختلاف ہے کہ کس کو تقدم حاصل ہے، ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سودہؓ کو تقدم ہے، اور عبداللہ بن محمد بن عقیل حضرت عائشہؓ کو مقدم سمجھتے ہین۔[2]

بعض روایتون مین ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنے پہلے شوہر کی زندگی مین ایک خواب دیکھا تھا، ان سے بیان کیا تو بولے کہ شاید میری موت کا زمانہ قریب ہے، اور تمھارا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا، چنانچہ یہ [illegible] پورا ہوا۔[3]

عام حالات | نبوت کے تیرھوین سال جب آپؐ [illegible] ہجرت کی تو حضرت [illegible]

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۲۷ و طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۶، ۳۷ [2] زرقانی ج ۳ ص ۲۶۰

[3] زرقانی ج ۳ ص ۲۶۰ و طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۹

بن حارثہ کو مکہ بھیجا کہ حضرت سودہ وغیرہ کو [illegible] چنانچہ وہ اور [illegible] حضرت زید کے ہمراہ مدینہ آئیں،

سنہ۱۰ ہجری میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو حضرت سودہ بھی ساتھ تھیں، چونکہ وہ بلند و بالا اور فربہ اندام تھیں اور اس وجہ سے تیزی کے ساتھ چل پھر نہیں سکتی تھیں اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ اور لوگوں کے مزدلفہ سے روانہ ہونے کے قبل ان کو چلا جانا چاہیے کیونکہ ان کو بھیڑ بھاڑ میں چلنے سے تکلیف ہوگی۔[1]

وفات | ایک دفعہ ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں، انھوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سب سے پہلے کون مرے گا، فرمایا کہ جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہو، لوگوں نے ظاہری معنی سمجھے، ہاتھ ناپے گئے تو سب سے بڑا ہاتھ حضرت سودہ کا تھا، لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینب کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی بڑائی سے آپ کا مقصد سخاوت اور فیاضی تھی، بہرحال واقدی نے حضرت سودہ کا سال وفات سنہ۵۴ھ بتایا ہے[2] لیکن ثقات کی روایت یہ ہے کہ انھوں نے حضرت عمر کے آخر زمانہ خلافت میں انتقال کیا،[3]

حضرت عمر نے سنہ۲۳ھ میں وفات پائی ہے، اس لیے حضرت سودہ کا سال وفات سنہ۲۲ھ ہوگا، خمیس میں یہی روایت ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح ہے،[4] اور اس کو امام بخاری، ذہبی، ابن جزری، ابن عبدالبر اور خزرجی نے اختیار کیا ہے،

اولاد | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، پہلے شوہر (حضرت سکران) سے ایک لڑکا یادگار چھوڑا تھا، جس کا نام عبدالرحمن تھا، انھوں نے جنگ جلولا (فارس) میں

---

[1] صحیح بخاری ج۱ ص ۲۲۸ و [illegible] [2] طبقات ابن سعد ج۸ ص ۳۷ و ۳۹

[3] اسد الغابہ، اصابہ و خلاصہ تہذیب حالات سودہ [4] زرقانی ج۳ ص ۲۶۲

شہادت حاصل کی؟

حلیہ | ازواج مطہرات میں حضرت سودہؓ سے زیادہ کوئی بلند و بالا نہ تھا حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ جس نے ان کو دیکھ لیا، اس سے وہ چھپ نہیں سکتی تھیں[۱]، زرقانی میں ہے کہ ان کا ڈیل لانبا تھا،

فضل و کمال | حضرت سودہؓ سے صرف پانچ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے بخاری میں صرف ایک ہے، صحابہؓ میں حضرت ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن (بن اسعد بن زرارہ) نے ان سے روایت کی ہے،

اخلاق | حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں[۱]

ما من الناس امرءۃ احب	سودہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھکر
الی ان اکون فی مسلاخہا	مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب
من سودۃ	میں میری روح ہوتی۔

اطاعت اور فرمانبرداری میں وہ تمام ازواج مطہرات سے ممتاز تھیں، آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ "میرے بعد گھر میں بیٹھنا"، چنانچہ حضرت سودہؓ نے اس حکم پر اس شدت سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کے لیے نہ نکلیں، فرماتی تھیں کہ میں حج اور عمرہ دونوں کرچکی ہوں، اور اب خدا کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی،[۴]

سخاوت اور فیاضی بھی ان کا ایک نمایاں وصف تھا، اور حضرت عائشہؓ کے سوا وہ اس وصف میں بھی سب سے ممتاز تھیں، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کی خدمت

[۱] زرقانی ج ۳ ص ۲۶۰ [۲] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۰، [۳] زرقانی ج ۳ ص ۲۵۹ [۴] طبقات ج ۸ ص ۳۸

[۵] زرقانی ج ۳ ص ۲۶۱ [۶] طبقات ج ۸ ص ۳۸

میں ایک تھیلی بھیجی، لانے والے سے پوچھا، اس میں کیا ہے؟ بولا درہم، بولیں کھجور کی طرح تھیلی میں درہم بھیجے جاتے ہیں، یہ کہکر اسی وقت سب کو تقسیم کردیا[1]، وہ طائف کی کھالیں بناتی تھیں، اور اس سے جو آمدنی ہوتی تھی، اس کو نہایت آزادی کے ساتھ نیک کاموں میں صرف کرتی تھیں[2]

ایثار میں بھی وہ ممتاز حیثیت رکھتی تھیں، وہ اور حضرت عائشہؓ آگے پیچھے نکاح میں آئی تھیں لیکن چونکہ ان کا سن بہت زیادہ تھا اس لیے جب بوڑھی ہوگئیں تو ان کو شبہ ہوا کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دیدیں، اور شرف صحبت سے محروم ہوجائیں، اس بنا پر انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دیدی، اور انھوں نے خوشی سے قبول کرلی[3]،

مزاج تیز تھا، حضرت عائشہؓ ان کی بیحد معترف تھیں لیکن کہتی ہیں کہ وہ بہت جلد غصہ سے بھڑک اٹھتی تھیں، ایک مرتبہ قضائے حاجت کے لیے صحرا کو جارہی تھیں، راستہ میں حضرت عمرؓ مل گئے، چونکہ حضرت سودہؓ کا قد نمایاں تھا، انھوں نے پہچان لیا، حضرت عمرؓ کو ازواج مطہرات کا باہر نکلنا ناگوار تھا، اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پردہ کی تحریک کرچکے تھے اس لیے بولے سودہؓ تم کو ہم نے پہچان لیا، حضرت سودہؓ کو سخت ناگوار ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں، اور حضرت عمرؓ کی شکایت کی، اسی واقعہ کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی[4]،

باینہمہ ظرافت اس قدر تھی کہ کبھی کبھی اس انداز سے چلتی تھیں کہ آپ ہنس پڑتے تھے، ایک مرتبہ کہنے لگیں کہ کل رات کو میں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی، آپ نے اسقدر دیر تک رکوع کیا کہ مجھکو نکسیر پھوٹنے کا شبہ ہوگیا، اس لیے میں دیر تک ناک پکڑے رہی، آپ اس جملہ کو سنکر مسکرا اٹھے[5]،

---

۱ اصابہ ج ۸ ص ۱۱۸ ۲ ایضاً ص ۵۵ و مقالات نامیہ ۳ صحیح بخاری و مسلم (کتاب النکاح جواز ہبۃ نوبتہا لضرتہا) ۴ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶ ۵ ابن سعد ج ۸ ص ۳۷،

دجال سے بہت ڈرتی تھین، ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کے پاس آرہی تھین، دونون نے مذاق کے لہجہ مین کہا، تم نے کچھ سنا؟ بولین کیا؟ کہا دجال نے خروج کیا، حضرت سودہؓ یہ سنکر گھبرا گیئن، ایک خیمہ جس مین کچھ آدمی آگ سلگا رہے تھے، قریب تھا، فوراً اس کے اندر داخل ہوگیئن، حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ ہنستی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچین، اور آپ کو اس مذاق کی خبر کی، آپ تشریف لائے اور خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ ابھی دجال نہین نکلا ہے، یہ سن کر حضرت سودہؓ باہر آئین تو مکڑی کا جالا بدن مین لگا ہوا تھا اس کو باہر آکر صاف کیا،[1]

میرے نزدیک یہ روایت مشکوک، اور سنداً ضعیف ہے،

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۶۵

(۳)

حضرت عائشہؓ

نام و نسب عائشہ نام، صدیقہ اور حمیرا لقب، ام عبد اللہ کنیت، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں، ماں کا نام زینب تھا، ام رومان کنیت تھی، اور قبیلہ غنم بن مالک سے تھیں،

حضرت عائشہؓ بعثت کے چار برس بعد شوال کے مہینہ میں پیدا ہوئیں، صدیق اکبر کا کاشانہ وہ برج سعادت تھا، جہاں خورشید اسلام کی شعاعیں سب سے پہلے پرتو فگن ہوئیں، اس بنا پر حضرت عائشہؓ اسلام کی ان برگزیدہ شخصیتوں میں تھیں جن کے کانوں نے کبھی کفر و شرک کی آواز نہیں سنی، خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا انکو مسلمان پایا،[۱]

حضرت عائشہؓ کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا، وائل کی کنیت ابو القعیس تھی، وائل کے بھائی افلح، حضرت عائشہؓ کے رضاعی چچا کبھی کبھی ان سے ملنے آیا کرتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے وہ ان کے سامنے آتی تھیں،[۲] رضاعی بھائی بھی کبھی ملنے آیا کرتا تھا،[۳]

نکاح تمام ازواج مطہراتؓ میں یہ شرف صرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنواری بیوی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جبیر بن مطعم کے صاحبزادے سے منسوب ہوئی تھیں، لیکن جب حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکیمؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر ام رومان سے کہا، اور انھوں نے حضرت ابوبکرؓ سے ذکر کیا،

---

[۱] بخاری ج ۱ ص ۵۵۲ [۲] ایضاً ص ۲۷۰ [۳] ایضاً ص ۷۶۱

تو چونکہ یہ ایک قسم کی وعدہ خلافی تھی، بولے کہ جبیر بن مطعم سے وعدہ کر چکا ہوں لیکن مطعم نے خود اس بنا پر انکار کر دیا کہ اگر حضرت عائشہؓ ان کے گھر میں گئیں تو گھر میں اسلام کا قدم آجائیگا، بہرحال حضرت ابوبکرؓ نے خولہ کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد کر دیا، پانسو درہم مہر قرار پایا یہ ۱۰ نبوی کا واقعہ ہے، اس وقت حضرت عائشہؓ چھ برس کی تھیں،

یہ نکاح اسلام کی سادگی کی حقیقی تصویر تھا عطیہؓ اس کا واقعہ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں، ان کی انا آئی اور ان کو لے گئی حضرت ابوبکرؓ نے آکر نکاح پڑھا دیا، حضرت عائشہؓ خود کہتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجھکو خبر تک نہ ہوئی، جب میری والدہ نے باہر نکلنے میں روک ٹوک شروع کی تب میں سمجھی کہ میرا نکاح ہو گیا، اس کے بعد میری والدہ نے مجھے سمجھا بھی دیا۔"

نکاح کے بعد مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ۳ سال تک رہا، ۱۳ نبوی میں آپ نے ہجرت کی تو حضرت ابوبکرؓ ساتھ تھے، اور اہل و عیال کو دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ آئے تھے، جب مدینہ میں اطمینان ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے عبداللہ بن اریقط کو بھیجا کہ ام رومانؓ، اسماءؓ اور عائشہؓ کو لے آئیں، مدینہ میں آکر حضرت عائشہؓ سخت بخار میں مبتلا ہوئیں، اشتداد مرض سے سر کے بال جھڑ گئے، صحت ہوئی تو ام رومان کو رسم عروسی ادا کرنے کا خیال آیا، اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۹ سال کی تھی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ ام رومان نے آواز دی، ان کو اس واقعہ کی خبر تک نہ تھی، ماں کے پاس آئیں، انھوں نے منہ دھویا، بال درست کیے، گھر میں لے گئیں، انصار کی عورتیں انتظار میں تھیں، یہ گھر میں داخل ہوئیں تو سب نے مبارک باد دی، تھوڑی دیر کے بعد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، شوال میں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۰ [2] صحیح بخاری باب الہجرۃ [3] صحیح بخاری تزویج عائشہؓ و سیرۃ النبی جلد

نکاح ہوا تھا، اور شوال ہی مین یہ رسم ادا کی گئی،

حضرت عائشہؓ کے نکاح سے عرب کے بعض بیہودہ خیالات مین اصلاح ہوئی۔

(۱) عرب منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی نہین کرتے تھے، اسی بنا پر جب خولہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ظاہر کیا تو انھون نے حیرت سے کہا کہ کیا یہ جائز ہے؟ عائشہؓ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے" لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انت اخی فی الاسلام تم تو صرف مذہبی بھائی ہو، (۲) اہل عرب شوال مین شادی نہین کرتے تھے، زمانۂ قدیم مین اس مہینہ مین طاعون آیا تھا حضرت عائشہؓ کی شادی اور رخصتی دونون شوال مین ہوئین،

عام حالات غزوات مین سے صرف غزوۂ احد مین حضرت عائشہؓ کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، صحیح بخاری مین حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ مین نے عائشہؓ اور ام سلیمؓ کو دیکھا کہ مشک بھر بھر لاتی تھین اور زخمیون کو پانی پلاتی تھین[۱]

غزوۂ مصطلق مین کہ سنہ ۵ھ کا واقعہ ہے، حضرت عائشہؓ آپ کے ساتھ تھین، واپسی مین انکا ہار کہین گر گیا، پورے قافلہ کو اترنا پڑا، نماز کا وقت آیا، تو پانی نہ ملا، تمام صحابہؓ پریشان تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، اور تیمم کی آیت نازل ہوئی، اس اجازت سے تمام لوگ خوش ہوئے، اسید بن حضیرؓ نے کہا "اے آل ابوبکر، تم لوگون کے لیے سرمایۂ برکت ہو"

اسی لڑائی مین واقعۂ افک پیش آیا یعنی منافقین نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی، احادیث اور سیر کی کتابون مین اس واقعہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے لیکن جس واقعہ کی نسبت قرآن مجید مین صاف مذکور ہے، کہ سننے کے ساتھ لوگون نے یہ کیون نہین کہا کہ "یہ بالکل افترا

[۱] بخاری ج ۲ ص ۵۸۱

اس کو تفصیل کے ساتھ لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں،

سنہ ۹ھ مین تحریم اور ایلا، تخییر کا واقعہ پیش آیا، اور واقعہ تحریم کی تفصیل حضرت حفصہ کے حالات مین آئے گی، البتہ واقعہ ایلا کی تفصیل اس مقام پر کیجاتی ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زاہدانہ زندگی بسر فرماتے تھے، دو دو مہینے گھر مین آگ نہین جلتی تھی، آئے دن فاقے ہوتے رہتے تھے، ازواج مطہرات گو شرف صحبت کی برکت سے تمام ابنائے جنس سے ممتاز ہوگئی تھین، تاہم بشریت بالکل معدوم نہین ہوسکتی تھی، خصوصاً وہ دیکھتی تھین کہ فتوحات اسلام کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے، اور غنیمت کا سرمایہ اس قدر پہنچ گیا ہے کہ اس کا ادنی حصہ بھی ان کی راحت و آرام کے لیے کافی ہوسکتا ہے، ان واقعات کا اقتضا تھا کہ ان کے صبر و قناعت کا جام لبریز ہو جاتا تھا،

ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ خدمت نبوی مین حاضر ہوئے، دیکھا کہ بیچ مین آپؐ ہین، ادھر ادھر بیویان بیٹھی ہین، اور توسیع نفقہ کا تقاضا ہے، دونون اپنی صاحبزادیون کی تنبیہ پر آمادہ ہو گئے لیکن انھون نے عرض کی کہ ہم آیندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زائد مصارف کی تکلیف نہ دین گے،

دیگر ازواج اپنے مطالبہ پر قائم رہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سکون خاطر مین یہ چیز اس قدر مخل انداز ہوئی کہ آپؐ نے عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملین گے، اتفاق یہ کہ اسی زمانہ مین آپ گھوڑے سے گر پڑے اور ساق مبارک پر زخم آیا، آپؐ نے بالاخانہ پر تنہا نشینی اختیار کی، واقعات کے قرینہ سے لوگون نے خیال کیا کہ آپؐ نے تمام ازواج کو طلاق دیدی لیکن جب حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا آپؐ نے ازواج کو طلاق دیدی؟ تو آپؐ نے فرمایا نہین'' یہ سنکر حضرت عمرؓ اللہ اکبر پکار اٹھے،

جب ایلاء کی مدت یعنی ایک مہینہ گذر چکا تو آپؐ بالاخانہ سے اتر آئے، سب سے پہلے حضرت

عائشہؓ کے پاس تشریف لائے، وہ ایک ایک دن گنتی تھین، بولین "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپنے ایک مہینہ کیلئے عہد فرمایا تھا، ابھی تو انتیس ہی دن ہوئے ہین، ارشاد ہوا مہینہ کبھی انتیس کا بھی ہوتا ہے"

اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی، اس آیت کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ازواج مطہراتؓ کو مطلع فرمادین کہ دو چیزین تمھارے سامنے ہین، دنیا اور آخرت، اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ مین تم کو رخصتی جوڑے دیکر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دون، اور اگر تم خدا اور رسول اور ابدی راحت کی طلب گار ہو تو خدانے نکوکارون کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے، چونکہ حضرت عائشہؓ ان تمام معاملات مین پیش پیش تھین، آپنے ان کو ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا، انھون نے کہا "مین سب کچھ چھوڑکر خدا اور رسول کو لیتی ہون" تمام اور ازواج نے بھی یہی جواب دیا[1]،

ربیع الاول ۱۱ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، ۱۳ دن علیل رہے، جن مین ۸ دن حضرت عائشہؓ کے حجرہ مین اقامت فرمائی خلق عظیم کی بنا پر ازواج مطہراتؓ سے صاف طور پر اجازت نہین طلب کی، بلکہ پوچھا کہ کل مین کس کے گھر رہون گا؟ دوسرا دن (دوشنبہ) حضرت عائشہؓ کے ہان قیام فرمانے کا تھا، ازواج مطہراتؓ نے مرضی اقدس سمجھکر عرض کی کہ آپ جہان چاہین قیام فرمائین، ضعف اس قدر زیادہ ہوگیا تھا کہ چلا نہین جاتا تھا، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ دونون بازو تھام کر بمشکل حضرت عائشہؓ کے حجرہ مین لائے،

وفات سے پانچ روز پہلے (جمعرات کو) آپ کو یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ اشرفیان رکھوائی تھین، دریافت فرمایا کہ عائشہ! وہ اشرفیان کہان ہین؟ کیا محمد خدا سے بدگمان ہوکر ملے گا، جاؤ ان کو خدا کی راہ مین خیرات کردو[2]،

جس دن وفات ہوئی (یعنی دوشنبہ کے روز) بظاہر طبیعت کو سکون تھا، لیکن دن جیسے جیسے

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۲، و صحیح مسلم باب الایلاء، [2] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۴۹،

چڑھتا جاتا تھا، آپ پر غشی طاری ہوتی تھی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، آپ جب تندرست تھے تو
تو فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبروں کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ خواہ موت کو قبول کریں یا حیات دنیا کو ترجیح
دیں، اس حالت میں اکثر آپ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوتے رہے مع الذین انعم اللہ
علیہم، اور کبھی یہ فرماتے اللھم فی الرفیق الاعلیٰ وہ سمجھ گئیں کہ اب صرف رفاقت الٰہی مطلوب ہے،

وفات سے ذرا پہلے حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰنؓ خدمت اقدس میں آئے،
آپ حضرت عائشہؓ کے سینہ پر سر ٹیک کر لیٹے تھے، عبدالرحمٰنؓ کے ہاتھ میں مسواک تھی، مسواک کی
طرف نظر جما کر دیکھا حضرت عائشہؓ سمجھیں کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں، عبدالرحمٰنؓ سے مسواک
لے کر دانتوں سے نرم کی، اور خدمت اقدس میں پیش کی، آپ نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک
کی، حضرت عائشہؓ فخر یہ کہا کرتی تھیں کہ "تمام بیویوں میں مجھی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آخر وقت
میں بھی میرا جھوٹا آپ نے منہ میں لگایا"

اب وفات کا وقت قریب آرہا تھا حضرت عائشہؓ آپ کو سنبھالے بیٹھی تھیں کہ دفعۃً
بدن کا بوجھ معلوم ہوا، دیکھا تو آنکھیں پھٹ کر چھت سے لگ گئی تھیں، اور روح پاک عالم قدس
میں پرواز کر گئی تھی حضرت عائشہؓ نے آہستہ سے سر اقدس تکیہ پر رکھ دیا اور رونے لگیں،

حضرت عائشہؓ کے ابواب مناقب کا سب سے زرین باب یہ ہے کہ ان کے حجرہ میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن ہونا نصیب ہوا، اور نعش مبارک اسی حجرہ کے ایک گوشہ میں سپرد خاک
کی گئی چونکہ ازواج مطہراتؓ کے لیے خدا نے دوسری شادی ممنوع قرار دی تھی، اس لیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہؓ نے ۴۸ سال بیوگی کی حالت میں بسر کیے،
اس زمانہ میں ان کی زندگی کا مقصد وحید قرآن و حدیث کی تعلیم تھا، جس کا ذکر آئندہ
آئے گا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو برس بعد سنہ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ نے انتقال فرمایا، اور حضرت عائشہؓ کے لیے پدری شفقت بھی باقی نہ رہی۔

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے انھوں نے حضرت عائشہؓ کی جس قدر دلجوئی کی وہ خود ان کو اس طرح بیان فرماتی ہیں "ابن خطابؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر بڑے بڑے احسانات کیے"[1] حضرت عمرؓ نے تمام ازواج مطہراتؓ کا دس دس ہزار سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا تھا لیکن حضرت عائشہؓ کا وظیفہ بارہ ہزار تھا جس کی وجہ یہ تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں[2]۔

حضرت عثمانؓ کے واقعہ شہادت میں حضرت عائشہؓ مکہ میں مقیم تھیں، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے مدینہ سے جاکر ان کو واقعات سے آگاہ کیا، تو وہ دعوت اصلاح کے لیے بصرہ گئیں، اور وہاں حضرت علیؓ سے جنگ پیش آئی، جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے جمل اونٹ کو کہتے ہیں، چونکہ حضرت عائشہؓ ایک اونٹ پر سوار تھیں، اور اس نے اس معرکہ میں بڑی اہمیت حاصل کی تھی، اس لیے جنگ بھی اسی کی نسبت سے مشہور ہو گئی، یہ جنگ اگرچہ بالکل اتفاقی طور پر پیش آگئی تھی، تاہم حضرت عائشہؓ کو اس کا ہمیشہ افسوس رہا۔

بخاری میں ہے کہ وفات کے وقت انھوں نے وصیت کی کہ "مجھے روضۂ نبویؐ میں آپؐ کے ساتھ دفن نہ کرنا، بلکہ بقیع میں اور ازواج کے ساتھ دفن کرنا، کیونکہ میں نے آپؐ کے بعد ایک جرم کیا"[3]

ابن سعد میں ہے کہ وہ جب یہ آیت پڑھتی تھیں "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ" "اے پیغمبر کی بیویو! اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھو" تو اس قدر روتی تھیں کہ آنچل تر ہو جاتا تھا[4]۔

حضرت علیؓ کے بعد حضرت عائشہؓ [illegible] برس اور زندہ رہیں، اور یہ تمام زمانہ سکون

---

[1] مستدرک حاکم ج ۴ ص ۸ [2] مستدرک [3] کتاب الجنائز و مستدرک حاکم ج ۴ ص ۶ [4] طبقات ابن سعد جزء ثانی۔

اور خاموشی مین گذرا،

وفات | امیر معاویہؓ کا اخیر زمانۂ خلافت تھا کہ رمضان ۵۸ھ مین حضرت عائشہؓ نے رحلت فرمائی، اس وقت سرسٹھ برس کا سن تھا، اور وصیت کے مطابق جنۃ البقیع مین رات کے وقت مدفون ہوئین، قاسم بن محمدؒ، عبد اللہ بن عبد الرحمنؓ، عبد اللہ بن ابی عتیقؓ، عروہ بن زبیرؒ اور عبد اللہ ابن زبیرؓ نے قبر مین اتارا، اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ، مروان بن حکم کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے، اس لیے انھون نے نماز جنازہ پڑھائی،

اولاد | حضرت عائشہؓ کے کوئی اولاد نہین ہوئی، ابن الاعرابی نے لکھا ہے کہ ایک ناتمام بچہ ساقط ہوا تھا، اس کا نام عبد اللہ تھا، اور اسی کے نام پر انھون نے کنیت رکھی تھی لیکن یہ قطعاً غلط ہے، حضرت عائشہؓ کی کنیت ام عبد اللہ ان کے بھانجے عبد اللہ بن زبیرؓ کے تعلق سے تھی، جن کو انھون نے متبنیٰ بنایا تھا،

حلیہ | حضرت عائشہؓ خوش رو اور صاحب جمال تھین، رنگ سرخ و سفید تھا،

فضل و کمال | علمی حیثیت سے حضرت عائشہؓ کو نہ صرف عورتون پر، نہ صرف دوسری امہات المومنین پر، نہ صرف خاص خاص صحابیون پر بلکہ باستثناے چند تمام صحابہ پر فوقیت حاصل تھی، جامع ترمذی مین حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے،

ما اشکل علینا اصحاب محمد صلی اللہ	ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش
علیہ وسلم حدیث قط فسألنا	نہین آئی جس کو ہم نے عائشہؓ سے
عائشۃ الا وجدنا عندنا	پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے
منہ علما	متعلق کچھ معلومات نہ ملے ہون،

امام زہری جو سرخیل تابعین تھے، فرماتے ہین،

كانت عائشة اعلم الناس	عائشہؓ تمام لوگوں مین سب سے زیادہ
يسئلها الاكابر من اصحاب رسول الله	عالم تھین، بڑے بڑے اکابر صحابہ ان سے
صلى الله عليه وسلم[1]	پوچھا کرتے تھے،

عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے،

ما رأيت احدا اعلم بالقرآن	قرآن، فرائض، حلال و حرام، فقہ، شاعری،
ولا بفريضة ولا بحلال ولا بفقه	طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا
ولا بشعر ولا بطب ولا بحديث	عالم عائشہؓ سے بڑھکر کسی کو نہین
العرب ولا نسب من عائشة	دیکھا،

امام زہری کی ایک شہادت ہے،

لو جمع علم الناس كلهم ثم	اگر تمام مردون کا اور امہات المومنین
علم ازواج النبي صلى الله عليه وسلم	کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت
لكانت عائشة اوسعهم علماً	عائشہؓ کا علم وسیع تر ہوگا،

حضرت عائشہؓ کا شمار مجتہدین صحابہؓ مین ہے، اور اس حیثیت سے وہ اس قدر بلند ہین کہ بے تکلف ان کا نام حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ کیساتھ لیا جا سکتا ہے، وہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین فتوے دیتی تھین اور اکابر صحابہؓ پر انھون نے جو دقیق اعتراضات کیے ہین ان کو علامہ سیوطی نے ایک رسالہ جمع کر دیا ہے، اس رسالہ کا نام عین الاصابہ فی ما استدرکتہ عائشہؓ علی الصحابہ ہے،

حضرت عائشہؓ مکثرین صحابہ مین داخل ہین، ان سے ۲۲۱۰ حدیثین مروی ہین، جن مین

([1] طبقات ابن سعد جزو ۲ قسم ۲ ص ۲۶)

۱۷۴ احادیثون پر شیخین نے اتفاق کیا ہے، امام بخاری نے منفرداً ان سے ۵۴ حدیثین روایت کی ہین، ۶۸ حدیثون مین امام مسلم منفرد ہین، بعض لوگون کا قول ہے کہ احکام شرعیہ مین سے ایک چوتھائی ان سے منقول ہے،

علم کلام کے متعدد مسائل ان کی زبان سے ادا ہوئے ہین چنانچہ رویت باری، علم غیب، عصمت انبیاء، معراج، ترتیب خلافت اور سماع موتی وغیرہ کے متعلق انھون نے جو خیالات ظاہر کیے ہین انصاف یہ ہے کہ ان مین ان کی دقت نظر کا پلہ بھاری نظر آتا ہے،

علم اسرار الدین کے متعلق بھی ان سے بہت سے مسائل مروی ہین، چنانچہ قرآن مجید کی ترتیب نزول، مدینہ مین کامیابی اسلام کے اسباب، غسل جمعہ، نماز قصر کی علت، صوم عاشورہ کا سبب، حج کی حقیقت اور ہجرت کے معنی کی انھون نے خاص تشریحین کی ہین،

طب کے متعلق وہی عام معلومات تھین، جو گھر کی عورتون کو عام طور پر ہوتی ہین،

البتہ تاریخ عرب مین وہ اپنا جواب نہین رکھتی تھین، عرب جاہلیت کے حالات، ان کے رسم و رواج، ان کے انساب اور ان کی طرز معاشرت کے متعلق انھون نے بعض ایسی باتین بیان کی ہین، جو دوسری جگہ نہین مل سکتین، اسلامی تاریخ کے متعلق بھی بعض اہم واقعات ان سے منقول ہین، مثلاً آغاز وحی کی کیفیت، ہجرت کے واقعات، واقعۂ افک، نزول قرآن اور اس کی ترتیب، نماز کی صورتین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کے حالات، غزوۂ بدر، احد، خندق، قریظہ کے واقعات، غزوۂ ذات الرقاع مین نماز خوف کی کیفیت، فتح مکہ مین عورتون کی بیعت، حجۃ الوداع کے ضروری حالات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات، خلافت صدیقی، حضرت فاطمہؓ اور ازواج مطہراتؓ کا دعوی میراث، حضرت علیؓ کا ملال خاطر اور پھر بیعت کے تمام مفصل حالات ان ہی کے

ذریعہ سے معلوم ہوئے ہین،

ادبی حیثیت سے وہ نہایت شیرین کلام اور فصیح اللسان تھین، ترمذی مین موسیٰ ابن طلحہ کا یہ قول نقل کیا ہے،

ما رأیت افصح من عائشۃؓ[1]	مین نے عائشہؓ سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہین دیکھا،

اگرچہ احادیث مین روایت بالمعنی کا عام طور پر رواج ہے، اور روایت باللفظ کم اور نہایت کم ہوتی ہے، تاہم جہان حضرت عائشہؓ کے اصلی الفاظ محفوظ رہ گئے ہین، پوری حدیث مین جان پڑگئی ہے، مثلاً آغاز وحی کے سلسلہ مین فرماتی ہین،

فما رای رؤیا الاجاءت مثل فلق الصبح	آپ جو خواب دیکھتے تھے سپیدۂ سحر کی طرح نمودار ہوجاتا تھا،

آپ پر جب وحی کی کیفیت طاری ہوتی تو جبین مبارک پر عرق آجاتا تھا، اس کو اس طرح ادا کرتی ہین،

مثل الجمان	پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے،

واقعۂ افک مین انھین، راتون کو نیند نہین آتی تھی، اسکو اسطرح بیان فرماتی ہین،

ما اکتحل بنوم	مین نے سرمۂ خواب نہین لگایا،

صحیح بخاری مین ان کے ذریعہ سے ام زرع کا جو قصہ مذکور ہے، وہ جان ادب ہے اور اہل ادب نے اس کی مفصل شرحین اور حاشیے لکھے ہین،

خطابت کے لحاظ سے بھی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے سوا تمام صحابہؓ مین ممتاز تھین، جنگ جمل مین انھون نے جو تقریرین کی ہین، وہ جوش اور زور کے لحاظ سے اپنا جواب نہین رکھتین، ایک تقریر مین فرماتی ہین،

[1] مستدرک حاکم ج ۴ ص ۱۱،

بگو، خاموش، خاموش، تم پر میرا ادری حق ہے، مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے، سوا اس شخص کے جو خدا کا فرمانبردار نہیں ہے، مجھکو کوئی الزام نہیں دے سکتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر سر رکھے ہوئے وفات پائی ہے، میں آپ کی محبوب ترین بیوی ہوں، خدا نے مجھکو دوسروں سے ہر طرح محفوظ رکھا، اور میری ذات سے مومن و منافق میں تمیز ہوئی اور میرے ہی سبب سے تم پر خدا نے تیمم کا حکم نازل فرمایا،

پھر میرا باپ دنیا میں تیسرا مسلمان ہے، اور غار حرا میں دو کا دوسرا تھا، اور پہلا شخص تھا، جو صدیق کے لقب سے مخاطب ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خوش ہو کر اور اس کو طوق خلافت پہنا کر وفات پائی، اس کے بعد جب مذہب اسلام کی رسی ہلنی ڈھلنے لگی تو میرا ہی باپ تھا جس نے اس کے دونوں سرے تھام لیے، جس نے نفاق کی باگ روک دی، جس نے ارتداد کا سرچشمہ خشک کر دیا جس نے یہودیوں کی آتش افروزی سرد کی، تم لوگ اس وقت آنکھیں بند کیے غدر و فتنہ کے منتظر تھے، اور شور و غوغا پر گوش بر آواز تھے، اس نے شگاف کو برابر کیا، بیکار کو درست کیا، گرتوں کو سنبھالا، دلوں کی مدفون بیماریوں کو دور کیا، جو پانی سے سیراب ہو چکے تھے ان کو تھان تک پہنچا دیا جو پیاسے تھے ان کو گھاٹ پر لے آیا، اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے انھیں دوبارہ پلایا، جب وہ نفاق کا سر کچل چکا اور اہل شرک کے لیے آتش جنگ مشتعل کر چکا اور تمھارے سامان کی گٹھری کو ڈوری سے باندھ چکا تو خدا نے اسے اٹھا لیا، ....

ان میں سوالی کا نشانہ بن گئی ہوں، کہ کیوں فوج لیکر نکلی؟ میرا مقصد اس گناہ کی تلاش اور فتنہ کی جستجو نہیں ہے جس کو میں پامال کرنا چاہتی ہوں، جو کچھ کہہ رہی ہوں سچائی اور انصاف کے ساتھ تنبیہ اور اتمام حجت کے لیے۔"

(لہ عقد الفرید باب تخطیب ذکر واقعۂ جمل ص ۱۴)

حضرت عائشہؓ گو شعر نہین کہتی تھین، تاہم شاعرانہ مذاق اس قدر عمدہ پایا تھا کہ حضرت حسانؓ بن ثابتؓ جو عرب کے مسلم الثبوت شاعر تھے، ان کی خدمت مین اشعار سنانے کے لیے حاضر ہوتے تھے، امام بخاری نے ادب المفرد مین لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو کعب بن مالکؓ کا پورا قصیدہ یاد تھا، اس قصیدہ مین کم وبیش چالیس شعر تھے، کعب کے علاوہ ان کو دیگر جاہلی اور اسلامی شعرا کے اشعار بھی بکثرت یاد تھے، جن کو وہ مناسب موقعون پر پڑھا کرتی تھین، چنانچہ وہ احادیث کی کتابون مین منقول ہین،

حضرت عائشہؓ نہ صرف ان علوم کی ماہر تھین، بلکہ دوسرون کو بھی ماہر بنا دیتی تھین، چنانچہ ان کے دامن تربیت مین جو لوگ پرورش پاکر نکلے، اگرچہ ان کی تعداد دوسو کے قریب ہے، لیکن ان مین جن کو زیادہ قرب واختصاص حاصل تھا وہ حسب ذیل ہین،

عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن، مسروق، عمرۃ، صفیہ بنت شیبہ، عائشہ بنت طلحہ، معاذہ عدویہ،

اخلاق وعادات | اخلاقی حیثیت سے بھی حضرت عائشہؓ بلند مرتبہ رکھتی تھین، وہ نہایت قانع تھین، غیبت سے احتراز کرتی تھین، احسان کم قبول کرتین، اگرچہ خودستائی ناپسند تھی، تاہم نہایت خوددار تھین، شجاعت اور دلیری بھی ان کا خاص جوہر تھا،

ان کا سب سے نمایان وصف جود وسخا تھا، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ فرمایا کرتے تھے، کہ مین نے ان سے زیادہ سخی کسی کو نہین دیکھا، ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے ان کی خدمت مین لاکھ درہم بھیجے تو شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دیے اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا، اتفاق سے اس دن روزہ رکھا تھا، لونڈی نے عرض کی کہ افطار کے لیے کچھ نہین ہے، فرمایا پہلے سے کیون نہ یاد دلایا،[1]

---

[1] مستدرک حاکم ج ۴ ص ۱۳

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جوان کے بھتیجے فرزند تھے، ان کی فیاضی دیکھکر گھبرا گئے اور کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہیے، حضرت عائشہؓ کو معلوم ہوا تو سخت برہم ہوئیں اور قسم کھائی کہ ان سے بات نہ کرینگی، چنانچہ ابن زبیرؓ مدت تک معتوب رہے، اور بڑی دقت سے ان کا غصہ فرو ہوا[1]،

نہایت خاشع، متضرع اور عبادت گذار تھیں، چاشت کی نماز برابر پڑھتیں، فرماتی تھیں کہ اگر میرا باپ بھی قبر سے اٹھ آئے اور مجھ کو منع کرے تب بھی میں باز نہ آؤں گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کرتی تھیں، اور اسکی اس قدر پابند تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب کبھی یہ نماز قضا ہوجاتی تو نماز فجر سے پہلے اٹھکر اس کو پڑھ لیتی تھیں، رمضان میں تراویح کا خاص اہتمام کرتی تھیں، ذکوان انکا غلام امامت کرتا اور وہ مقتدی ہوتیں،

اکثر روزے رکھا کرتی تھیں، حج کی بھی شدت سے پابند تھیں، اور ہر سال اس فرض کو ادا کرتی تھیں، غلاموں پر شفقت کرتیں، اور ان کو خرید کر آزاد کرتی تھیں، ان کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ۶۷ ہے[2]،

---

[1] صحیح بخاری باب مناقب قریش [2] شرح بلوغ المرام کتاب العتق۔

(۴)

حضرت حفصہؓ

نام و نسب حفصہؓ نام، حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھین، سلسلۂ نسب یہ ہے (حفصہ بنت عمرؓ ابن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن لوی بن فہر بن مالک) والدہ کا نام زینبؓ بنت مظعون تھا، جو مشہور صحابی حضرت عثمانؓ بن مظعونؓ کی ہمشیر تھین، اور خود بھی صحابیہ تھین، حضرت حفصہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حقیقی بھائی بہن ہین، حضرت حفصہؓ بعثت نبوی سے ۵ سال قبل پیدا ہوئین، اس وقت قریش خانہ کعبہ کی تعمیر مین مصروف تھے،

نکاح پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سے ہوا، جو خاندان بنو سہم سے تھے،

اسلام مان، باپ اور شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئین،

ہجرت اور نکاح ثانی شوہر کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی، غزوۂ بدر مین خنیسؓ نے زخم کھائے اور واپس آکر ان ہی زخمون کی وجہ سے شہادت پائی، عدت کے بعد حضرت عمرؓ کو حضرت حفصہؓ کے نکاح کی فکر ہوئی، اسی زمانہ مین حضرت رقیہؓ کا انتقال ہو چکا تھا، اس بنا پر حضرت عمرؓ سب سے پہلے حضرت عثمانؓ سے ملے اور ان سے حضرت حفصہؓ کے نکاح کی خواہش کی، انھون نے کہا مین اس پر غور کرون گا، چند دنون کے بعد ملاقات ہوئی تو صاف انکار کیا، حضرت عمرؓ نے مایوس ہو کر حضرت ابوبکرؓ سے ذکر کیا، انھون نے خاموشی اختیار کی، حضرت عمرؓ کو

ان کی بے التفاتی سے رنج ہوا، اس کے بعد خود رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کی خواہش کی، نکاح ہوگیا تو حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے ملے اور کہا کہ جب تم نے مجھ سے حفصہؓ کے نکاح کی خواہش کی، اور مین خاموش رہا، تو تم کو ناگوار گذرا لیکن مین نے اسی بنا پر کچھ جواب نہین دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیا تھا، اور مین ان کا راز فاش کرنا نہین چاہتا تھا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے نکاح کا قصد نہ ہوتا تو مین اس کے لیے آمادہ تھا۔[1]

وفات حضرت حفصہؓ نے شعبان ۴۵ھ مین مدینہ مین انتقال کیا، یہ امیر معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا، مروان نے جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا، نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک جنازہ کو کاندھا دیا، اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ جنازہ کو قبر تک لے گئے، ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان کے لڑکون عاصم، سالم، عبداللہ، حمزہ نے قبر مین اتارا،

حضرت حفصہؓ کے سنہ وفات مین اختلاف ہے، ایک روایت ہے کہ جمادی الاول ۴۱ھ مین وفات پائی، اس وقت ان کا سن ۵۹ سال کا تھا، لیکن اگر سنہ وفات ۴۵ھ قرار دیا جائے تو ان کی عمر ۶۳ سال کی ہوگی، ایک روایت ہے کہ انھون نے حضرت عثمانؓ کی خلافت مین ۲۷ھ مین انتقال کیا، یہ روایت اس بنا پر پیدا ہوگئی کہ وہب بن مالک سے روایت کی ہے کہ جس سال افریقہ فتح ہوا حضرت حفصہؓ نے اسی سال وفات پائی، اور افریقہ حضرت عثمانؓ کی خلافت مین ۲۷ھ مین فتح ہوا، لیکن یہ سخت غلطی ہے، افریقہ دو مرتبہ فتح ہوا، اس دوسری فتح کا فخر معاویہؓ بن خدیج کو حاصل ہے، جنھون نے امیر معاویہؓ کے عہد مین حملہ کیا تھا،

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۱ و اصابہ ج ۸ ص ۵۱

حضرت حفصہؓ نے وفات کے وقت حضرت عبد اللہ بن عمر کو بلا کر وصیت کی اور غابہ میں جو جائداد تھی جسے حضرت عمرؓ انکی نگرانی میں دے گئے تھے، اس کو صدقہ کرکے وقف کر دیا۔[1]

اولاد | کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

فضل وکمال | البتہ معنوی یادگاریں بہت سی ہیں، اور وہ یہ ہیں، عبد اللہ بن عمرؓ، حمزہ (ابن عبد اللہ) صفیہ بنت ابو عبیدؓ (زوجہ عبد اللہ) حارثہ بن وہب، مطلب بن ابی وداعہ، ام مبشر انصاریہ، عبد اللہ بن صفوان بن امیہ، عبد الرحمن بن حارث بن ہشام،[2]

حضرت حفصہؓ سے ۶۰ حدیثیں منقول ہیں،[3] جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے سنی تھیں،

تفقہ فی الدین کے لیے واقعۂ ذیل کافی ہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اصحاب بدر و حدیبیہ جہنم میں داخل نہ ہوں گے، حضرت حفصہؓ نے اعتراض کیا کہ خدا تو فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا تم میں ہر شخص وارد جہنم ہوگا، آپ نے فرمایا ہاں لیکن یہ بھی تو ہے ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں زانوؤں پر گرا ہوا چھوڑ دیں گے،[4]

اسی شوق کا اثر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تعلیم کی فکر رہتی تھی، حضرت شفاؓ کو چیونٹی کے کاٹے کا منتر آتا تھا، ایک دن وہ گھر میں آئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ تم حفصہؓ کو منتر سکھلا دو،[5]

اخلاق | ابن سعد میں ان کے اخلاق کے متعلق ہے،

انها صوامة قوامة — وہ (یعنی حفصہؓ) صائم النہار اور قائم اللیل ہیں،

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۱، [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۸۵، [5] ایضاً ص ۲۸۶

دوسری روایت مین ہے:

ماتت حفصۃ حتی ماتفطر[1] انتقال کے وقت تک صائم رہین،

اختلاف سے سخت نفرت کرتی تھین، جنگ صفین کے بعد جب تحکیم کا واقعہ پیش آیا تو ان کے بھائی عبداللہ بن عمرؓ اس کو فتنہ سمجھ کر خانہ نشین رہنا چاہتے تھے لیکن حضرت حفصہؓ نے کہا کہ گو اس شرکت مین تمھارا کوئی فائدہ نہین، تاہم تمھین شریک رہنا چاہیے، کیونکہ لوگون کو تمھاری رائے کا انتظار ہوگا، اور ممکن ہے کہ تمھاری عزلت گزینی ان مین اختلاف پیدا کر دے،[2]

دجّال سے بہت ڈرتی تھین، مدینہ مین ابن صیاد نامی ایک شخص تھا، دجال کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علامتین بتائی تھین، اس مین بہت سی موجود تھین، اس سے اور عبداللہ بن عمرؓ سے ایک دن راہ مین ملاقات ہوگئی، انھون نے اس کو بہت سخت سست کہا، اس پر وہ اس قدر پھولا کہ راستہ بند ہوگیا، ابن عمرؓ نے اس کو مارنا شروع کیا، حضرت حفصہؓ کو خبر ہوئی تو بولین، تم کو اس سے کیا غرض؟ تمھین معلوم نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دجال کے خروج کا محرک اس کا غصہ ہوگا،[3]

حضرت حفصہؓ کے مزاج مین ذرا تیزی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کبھی دوبدو گفتگو کرتین، اور برابر کا جواب دیتی تھین، چنانچہ صحیح بخاری مین خود حضرت عمرؓ سے منقول ہے، کہ "ہم لوگ جاہلیت مین عورتون کو ذرہ برابر بھی وقعت نہ دیتے تھے، اسلام نے ان کو درجہ دیا، اور قرآن مین ان کے متعلق آیتین اترین تو ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی، ایک دن میری بیوی نے کسی معاملہ مین مجھ کو رائے دی، مین نے کہا "تم کو رائے و مشورہ سے کیا واسطہ"۔ بولین "ابن خطاب! تم کو ذرا سی بات کی بھی برداشت نہین، حالانکہ

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۵۲ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۹ [3] مسند ج ۶ ص ۲۸۳ و مسلم کتاب الفتن ذکر ابن صیاد

تمھاری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر کا جواب دیتی ہے، یہان تک کہ آپ دن بھر رنجیدہ رہتے ہین"، مین اٹھا اور حفصہؓ کے پاس آیا، مین نے کہا بیٹی مین نے سنا ہے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر کا جواب دیتی ہو"، بولین "ہان ہم ایسا کرتے ہین"، مین نے کہا خبردار مین تمھین عذاب الٰہی سے ڈراتا ہون، "تم اس عورت (حضرت عائشہؓ) کی ریس نہ کرو جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اپنے حسن پر ناز ہے"[1]

ترمذی مین ہے کہ ایک دفعہ حضرت صفیہؓ رو رہی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور رونے کی وجہ پوچھی، انھون نے کہا کہ "مجھ کو حفصہؓ نے کہا ہے کہ "تم یہودی کی بیٹی ہو" آپ نے فرمایا حفصہؓ خدا سے ڈرو، پھر حضرت صفیہؓ سے ارشاد ہوا "تم نبی کی بیٹی ہو، تمھارا چچا پیغمبر ہے اور پیغمبر کے نکاح مین ہو، حفصہؓ تم پر کس بات مین فخر کرسکتی ہے"[2]

ایک بار حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے حضرت صفیہؓ سے کہا کہ "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تم سے زیادہ معزز ہین، ہم آپ کی بیوی بھی ہین اور چچا زاد بہن بھی، حضرت صفیہؓ کو ناگوار گذرا، اور انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیون نہین کہا کہ تم مجھ سے زیادہ کیونکر معزز ہوسکتی ہو، میرے شوہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میرے باپ ہارونؑ اور میرے چچا موسیٰؑ ہین"

حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کی بیٹی تھین، جو تقرب نبوی مین دوش بدوش تھے، اس بناپر حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ بھی دیگر ازواج کے مقابلہ مین باہم ایک تھین، چنانچہ واقعۂ تحریم جو ۹ھ مین پیش آیا، اسی قسم کے اتفاق کا نتیجہ تھا، ایک دفعہ کئی دن تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھے جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت

[1] بخاری ج ۲ ص ۰۰ کتاب تفسیر و فتح الباری ج ۸ ص ۹۰ ۔ [2] ترمذی باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

زینبؓ کے پاس کہین سے شہد آگیا تھا، انھون نے آپ کے سامنے پیش کیا، آپ کو شہد بہت مرغوب تھا، آپنے نوش فرمایا، اس مین وقت مقررہ سے دیر ہوگئی، حضرت عائشہؓ کو رشک ہوا حضرت حفصہؓ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے اور تمھارے گھر مین آئین تو کہنا چاہیئے کہ آپکے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے[1]، (مغافیر کے پھولون سے شہد کی مکھیان رس چوستی ہین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ مین شہد نہ کھاؤن گا، اس پر قرآن مجید کی یہ آیت اتری[2]

یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ	اے پیغمبر اپنی بیویون کی خوشی کیلیے تم خدا کی حلال
لک تبتغی مرضات ازواجک	کی ہوئی چیز کو حرام کیون کرتے ہو؟

کبھی کبھی حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ مین باہم رشک و رقابت کا اظہار بھی ہوجایا کرتا تھا، ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر مین تھین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راتون کو حضرت عائشہؓ کے اونٹ پر چلتے تھے، اور ان سے باتین کرتے تھے، ایک دن حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آج رات کو تم میرے اونٹ پر اور مین تمھارے اونٹ پر سوار ہون، تاکہ مختلف مناظر دیکھنے مین آئین، حضرت عائشہؓ راضی ہوگئین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے پاس آئے جس پر حفصہؓ سوار تھین، جب منزل پر پہنچے اور حضرت عائشہؓ نے آپ کو نہین پایا تو اپنے پانون کو اذخر (ایک گھاس ہے) کے درمیان لٹکا کر کہنے لگین، "خداوندا! کسی بچھو یا سانپ کو متعین کر جو مجھے ڈس جائے"[3]

---

(1) مغافیر کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہ تھی، مغافیر کے پھولون مین اگر کسی قسم کی کرختگی ہو تو تعجب کی بات نہین) (2) صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۹، (3) صحیح بخاری (و سیرۃ النبی جلد دوم)

(۵)

حضرت زینبؓ ام المساکینؓ

زینب نام تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، زینب بنت خزیمہ بن عبد اللہ بن عمر بن عند مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ، چونکہ فقراء و مساکین کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں، اس لیے ام المساکین کی کنیت کے ساتھ مشہور ہوگئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عبد اللہ ابن جحشؓ کے نکاح میں تھیں، عبد اللہ بن جحشؓ نے جنگ احد میں شہادت پائی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال ان سے نکاح کرلیا، نکاح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف دو تین مہینے رہنے پائی تھیں کہ ان کا انتقال ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت خدیجہؓ کے بعد صرف یہی ایک بی بی تھیں جنھوں نے وفات پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی، اور جنۃ البقیع میں دفن ہوئیں، وفات کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال کی تھی[1]

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۹۴ و ۹۵ (و سیرۃ النبی جلد دوم)

(۶)

حضرت اُمِّ سلمہؓ

نام ونسب ہند نام، ام سلمہ کنیت، قریش کے خاندان مخزوم سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے،
ہند بنت ابی امیہ سہیل بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، والدہ بنو فراس سے تھین، اور انکا
سلسلۂ نسب یہ ہے، عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذیمہ بن علقمہ بن جذل الطعان
ابن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ،

ابو امیہ (حضرت ام سلمہؓ کے والد) مکہ کے مشہور مخیر اور فیاض تھے، سفر مین جاتے تو تمام
قافلہ والون کی کفالت خود کرتے تھے، اسی لیے زاد الراکب کے لقب سے مشہور تھے،[1]
حضرت ام سلمہؓ نے ان ہی کے آغوش تربیت مین نہایت ناز ونعمت سے پرورش پائی،

نکاح عبد اللہ بن عبد الاسد سے جو زیادہ تر ابو سلمہؓ کے نام سے مشہور ہین، اور جو ام سلمہؓ کے
چچازاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے، نکاح ہوا،

اسلام آغاز نبوت مین اپنے شوہر کے ساتھ ایمان لائین،

ہجرت حبشہ اور ان ہی کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، حبشہ مین کچھ زمانہ تک قیام کرکے
مکہ واپس آئین، اور یہان سے مدینہ ہجرت کی، ہجرت مین ان کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اہل سیر
کے نزدیک وہ پہلی عورت ہین جو ہجرت کرکے مدینہ مین آئین،

ہجرت مدینہ ہجرت کا واقعہ نہایت عبرت انگیز ہے، حضرت ام سلمہؓ اپنے شوہر کے ہمراہ

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۲۴۰ [2] ایضاً

ہجرت کرنا چاہتی تھیں (ان کا بچہ سلمہ بھی ساتھ تھا) لیکن (حضرت ام سلمہؓ کے) قبیلہ نے مزاحمت کی تھی، اس لیے حضرت ابوسلمہؓ ان کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے، اور یہ اپنے گھر واپس آگئی تھیں (ادھر سلمہؓ کو ابوسلمہؓ کے خاندان والے حضرت ام سلمہؓ کے پاس سے چھین لے گئے) اس لیے ام سلمہؓ کو اور بھی تکلیف تھی، چنانچہ روزانہ گھبرا کر گھر سے نکل جاتیں، اور ابطح میں بیٹھ کر رویا کرتی تھیں، ۷-۸ دن تک یہ حالت رہی، اور خاندان کے لوگوں کو احساس تک نہ ہوا، ایک دن ابطح سے ان کے خاندان کا ایک شخص نکلا، اور ام سلمہؓ کو روتے ہوئے دیکھا تو اس کا دل بھر آیا، گھر آکر لوگوں سے کہا کہ "اس غریب پر کیوں ظلم کرتے ہو، اس کو جانے دو اور اس کا بچہ اس کے حوالہ کر دو" روانگی کی اجازت ملی تو بچے کو گود میں لے کر اونٹ پر سوار ہو گئیں اور مدینہ کا راستہ لیا، چونکہ وہ بالکل تنہا تھیں یعنی کوئی مرد ساتھ نہ تھا تنعیم میں عثمان بن طلحہ (کلید بردار کعبہ) کی نظر پڑی، بولا کدھر کا قصد ہے"؟ کہا "مدینے کا"۔ پوچھا کوئی ساتھ بھی ہے"؟ جواب میں بولیں "خدا اور یہ بچہ"۔ عثمان نے کہا "یہ نہیں ہو سکتا، تم تنہا کبھی نہیں جا سکتیں"۔ یہ کہکر اونٹ کی مہار پکڑی اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا، رستہ میں جب کہیں ٹھہرتا تو اونٹ کو بٹھا کر کسی درخت کے نیچے چلا جاتا، اور حضرت ام سلمہؓ اتر پڑتیں، روانگی کا وقت آتا تو اونٹ پر کجاوہ رکھکر ہٹ جاتا، اور ام سلمہؓ سے کہتا کہ "سوار ہو جاؤ"۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایسا شریف آدمی کبھی نہیں دیکھا، غرض مختلف منزلوں پر قیام کرتا ہوا مدینہ پہنچا، قبا کی آبادی نظر پڑی تو بولا اب تم اپنے شوہر کے پاس چلی جاؤ، وہ یہیں مقیم ہیں، یہ اوھر روانہ ہوئیں، اور عثمان نے مکہ کا راستہ لیا۔[1]

قبا پہنچیں تو لوگ ان کا حال پوچھتے تھے، اور جب یہ اپنے باپ کا نام بتاتیں تو ان کو

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۲ و ۲۷۳

یقین نہیں آتا تھا (یہ حیرت ان کے تنہا سفر کرنے پر تھی، شرفا کی عورتیں اس طرح باہر نکلنے کی جرأت نہیں کرتی تھیں) اور حضرت ام سلمہؓ مجبوراً خاموش ہو رہتی تھیں لیکن جب کچھ لوگ حج کے ارادہ سے مکہ روانہ ہوئے اور انھوں نے اپنے گھر رقعہ بھجوایا تو اس وقت لوگوں کو یقین ہوا کہ وہ واقعی ابو امیہ کی بیٹی ہیں، ابو امیہ چونکہ قریش کے نہایت مشہور اور معزز شخص تھے، اس لیے حضرت ام سلمہؓ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی گئیں[1]،

وفات ابوسلمہؓ، نکاح ثانی اور خانگی حالات

کچھ زمانہ تک شوہر کا ساتھ رہا، حضرت ابوسلمہؓ بڑے شہسوار تھے، بدر اور احد میں شریک ہوئے، غزوۂ احد میں چند زخم کھائے جن کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکے، جمادی الثانی ۴ھ میں ان کا زخم پھٹا، اور اسی صدمہ سے وفات پائی[2]، حضرت ام سلمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں اور وفات کی خبر سنائی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے مکان پر تشریف لائے، گھر میں کہرام مچا تھا، حضرت ام سلمہؓ کہتی تھیں "ہائے غربت میں یہ کیسی موت ہوئی"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صبر کرو، ان کی مغفرت کی دعا مانگو، اور یہ کہو کہ خداوندا! ان سے بہتر ان کا جانشین عطا کر۔ اس کے بعد ابوسلمہؓ کی لاش پر تشریف لائے اور جنازہ کی نماز نہایت اہتمام سے پڑھی گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ تکبیریں کہیں، لوگوں نے نماز کے بعد پوچھا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو سہو تو نہیں ہوا؟ فرمایا یہ ہزار تکبیر وں کے مستحق تھے، وفات کے وقت ابوسلمہؓ کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دست مبارک سے آنکھیں بند کیں، اور ان کی مغفرت کی دعا مانگی،

ابوسلمہؓ کی وفات کے وقت ام سلمہؓ حاملہ تھیں، وضع حمل کے بعد عدت گذر گئی، تو حضرت

لہ مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۰۷، ۲ہ زرقانی ج ۳ ص ۲۴۲

ابوبکرؓ نے نکاح کا پیغام دیا، لیکن حضرت ام سلمہؓ نے انکار کیا، ان کے بعد حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر پہنچے، حضرت ام سلمہؓ نے کہا مجھے چند عذر ہیں (۱) میں سخت غیور عورت ہوں (۲) صاحب عیال ہوں (۳) میرا سن زیادہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب زحمتوں کو گوارا فرمایا، حضرت ام سلمہؓ کو اب عذر کیا ہو سکتا تھا؛ اپنے لڑکے سے (جن کا نام عمر تھا) کہا اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کر دو۔[1]

شوال سنہ ۴ھ کی اخیر تاریخوں میں یہ تقریب انجام پائی، حضرت ام سلمہؓ کو ابوسلمہؓ کی موت سے جو شدید صدمہ ہوا تھا، خداوند تعالیٰ نے اس کو ابدی مسرت سے تبدیل کر دیا، سنن ابن ماجہ میں ہے،

فلما توفی ابوسلمة ذکرت الذی کان حدثنی فقلت فلما اردت ان اقول اللهم عضنی خیرا منه قلت فی نفسی اعاض خیرا من ابی سلمة؟ ثم قلتها فعاضنی الله محمد صلی الله علیه وسلم۔

جب ابوسلمہؓ نے وفات پائی تو میں نے وہ حدیث یاد کی جس کو وہ مجھ سے بیان کیا کرتے تھے، میں نے دعا شروع کی تو جب میں یہ کہنا چاہتی کہ خداوندا مجھے ابوسلمہؓ سے بہتر جانشین دے تو دل کہتا کہ ابوسلمہؓ سے بہتر کون مل سکتا ہے؟ لیکن یہ دعا کی تو ثمرہ مل گیا تو ابوسلمہؓ کے جانشین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو چکیاں، گھڑا، اور چمڑے کا تکیہ جس میں خرمے کی چھال بھری تھی عنایت فرمایا، یہی سامان اور بی بیوں کو بھی ملا ہوا تھا۔[2]

۱؎ سنن نسائی ص ۵۱۱ ۲؎ مسند ج ۶ ص ۲۹۵

بہت حیا دار تھیں، ابتدا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکان تشریف لاتے تو حضرت ام سلمہؓ فرط غیرت سے لڑکی (زینب) کو گود مین بٹھالیتین، آپ یہ دیکھ کر واپس جاتے، حضرت عمار بن یاسرؓ کو جو حضرت ام سلمہؓ کے رضاعی بھائی تھے معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور لڑکی کو چھین لے گئے۔[۱]

لیکن بعد مین یہ بات کم ہوتی گئی، اور جس طرح دوسری بیبیان رہتی تھین، وہ بھی رہنے لگین۔ نکاح سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے ان کا ذکر کیا تو حضرت عائشہؓ کو بڑا رشک ہوا، ابن سعد مین ان سے جو روایت منقول ہے اس مین یہ فقرہ بھی ہے،

حزنت حزنا شدیدا[۲] یعنی مجھ کو سخت غم ہوا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بیحد محبت تھی یہی وجہ ہے کہ (ایک موقعہ پر جب تمام ازواج مطہراتؓ کو (سوا حضرت عائشہؓ کے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کچھ عرض کرنا تھا، تو انھون نے حضرت ام سلمہؓ ہی کو اپنا سفیر بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بھیجا) صحیح بخاری مین ہے کہ ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے، ایک مین حضرت عائشہؓ، حفصہؓ، صفیہؓ، سودہؓ شامل تھین، دوسرے مین حضرت ام سلمہؓ اور باقی ازواج تھین، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو زیادہ محبوب رکھتے تھے، اس لیے لوگ ان ہی کی باری مین ہدیے بھیجتے تھے، حضرت ام سلمہؓ کی جماعت نے ان سے کہا حضرت عائشہؓ کی طرح ہم بھی سب کی بھلائی کے خواہان ہین، اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے مکان مین بھی ہون لوگون کو ہدیہ بھیجنا چاہیے، حضرت ام سلمہؓ نے آپ سے یہ شکایت کی تو آپ نے دو مرتبہ اعراض فرمایا، تیسری مرتبہ کہا، "ام سلمہؓ! عائشہؓ کے معاملہ مین مجھے اذیت

[۱] مسند ج ۶ ص ۲۹۵ [۲] (ج ۸ ص ۶۱)

نہ پہنچاؤ، کیونکہ ان کے سوا تم میں کوئی بیوی ایسی نہیں ہے جس کے لحاف میں میرے پاس وحی آئی ہو[1]، حضرت ام سلمہؓ نے کہا "اتوب الی اللہ عزوجل من اذاک یا رسول اللہ" میں آپ کے اذیت پہنچانے سے پناہ مانگتی ہوں"۔

حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب باش ہوتے تو ان کا بچھونا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانماز کے سامنے بچھتا تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے (اور یہ سامنے ہوتی تھیں)[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں، حضرت سفینہؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور غلام ہیں، دراصل حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے، ان کو آزاد کیا تو یہ شرط کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہیں تم پر ان کی خدمت لازمی ہوگی[3]۔

عام حالات | حضرت ام سلمہؓ کے مشہور واقعات زندگی یہ ہیں، غزوۂ خندق میں اگرچہ وہ شریک نہ تھیں، تاہم اس قدر قریب تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اچھی طرح سنتی تھیں، فرماتی ہیں کہ مجھے وہ وقت خوب یاد ہے کہ جب سینۂ مبارک غبار سے اٹا ہوا تھا، اور آپ لوگوں کو اینٹیں اٹھا اٹھا کر دیتے اور اشعار پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً عمار بن یاسرؓ پر نظر پڑی فرمایا "افسوس، ابن سمیہ! تجھکو ایک باغی گروہ قتل کرے گا"[4]

محاصرۂ بنو قریظہ (۵ھ) میں یہود سے گفتگو کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہؓ کو بھیجا تھا، اثنائے مشورہ میں ابولبابہؓ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتلایا کہ تم لوگ قتل کیے جاؤ گے، لیکن بعد میں اس کو افشائے راز سمجھ کر اس قدر نادم ہوئے کہ مسجد کے ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا، چند دنوں تک یہی حالت رہی، پھر توبہ قبول ہوئی، آنحضرت

۱؎ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۲ ۲؎ مسند ج ۶ ص ۳۲۲ ۳؎ ایضاً ص ۳۱۹ ۴؎ ایضاً ص ۲۸۹

صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہؓ کے مکان مین تشریف فرما تھے کہ صبح کو مسکراتے ہوئے اٹھے، تو بولین "خدا آپ کو ہمیشہ ہنسائے، اس وقت ہنسنے کا کیا سبب ہے؟" فرمایا "ابو لبابہؓ کی توبہ قبول ہو گئی"۔ عرض کی "تو کیا مین ان کو یہ مژدہ سنا دون" فرمایا "ہان اگر چاہو" حضرت ام سلمہؓ اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑی ہوئین، اور پکار کر کہا "ابو لبابہ! مبارک ہو، تمھاری توبہ قبول ہو گئی، اس آواز کا کانون مین پڑنا تھا کہ تمام مدینہ امنڈ آیا[1]۔

اسی سنہ مین آیت حجاب نازل ہوئی، اس سے پیشتر ازواج مطہرات بعض دور کے اعزہ و اقارب کے سامنے آیا کرتی تھین، اب خاص خاص اعزہ کے سوا سب سے پردہ کرنے کا حکم ہوا حضرت ابن ام مکتومؓ قبیلۂ قریش کے ایک معزز صحابی اور بارگاہ نبوی کے موذن تھے اور چونکہ نابینا تھے، اس لیے ازواج مطہراتؓ کے حجرون مین آیا کرتے تھے، ایک دن آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ سے فرمایا، ان سے پردہ کرو"۔ بولین "وہ تو نابینا ہین"، فرمایا "تم تو نابینا نہین ہو، تم تو انھین دیکھتی ہو"[2]۔

صلح حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھین، صلح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگ حدیبیہ مین قربانی کرین، لیکن لوگ اس قدر دل شکستہ تھے کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا، یہانتک کہ جیسا کہ صحیح بخاری مین ہے، تین دفعہ بار بار کہنے پر بھی ایک شخص آمادہ نہ ہوا (چونکہ معاہدہ کی تمام شرطین بظاہر مسلمانون کے سخت خلاف تھین، اس لیے تمام لوگ رنجیدہ اور غصہ سے بیتاب تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر مین تشریف لے گئے، اور حضرت ام سلمہؓ سے شکایت کی۔ انھون نے کہا "آپ کسی سے کچھ نہ فرمائین، بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کرین، اور احرام اتارنے کے لیے بال منڈوائین"۔ آپ نے باہر آکر

---

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۵۳ و ابن سعد ج ۲ ق ا ص ۵۸ [2] مسند ج ۶ ص ۲۹۶

قربانی کی اور بال منڈوائے. اب جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس فیصلہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی تو سب نے قربانیاں کیں اور احرام اتارا، ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑتا تھا، اور عجلت اس قدر تھی کہ ہر شخص حجامت بنانے کی خدمت انجام دے رہا تھا[1]،

حضرت ام سلمہؓ کا یہ خیال علم النفس کے ایک بڑے مسئلہ کو حل کرتا ہے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کی فطرت شناسی میں ان کو کس درجہ کمال حاصل تھا، امام الحرمین فرمایا کرتے تھے کہ صنفِ نازک کی پوری تاریخ اصابت رائے کی ایسی عظیم الشان مثال نہیں پیش کر سکتی[2]۔

غزوۂ خیبر میں شریک تھیں، مرحب کے دانتوں پر جب تلوار پڑی تو کڑکڑاہٹ کی آواز ان کے کانوں میں آئی تھی[3]،

۹ھ میں ایلا، کا واقعہ پیش آیا، حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کو تنبیہ کی تو حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھی آئے، وہ ان کی عزیز ہوتی تھیں، ان سے بھی گفتگو کی. حضرت ام سلمہؓ نے جواب دیا[4]،

عجباً لک یا ابن الخطاب دخلت	عمر تم ہر معاملہ میں دخل دینے لگے،
فی کل شئ حتی تبتغی ان تدخل	یہانتک کہ اب رسول اللہ صلی اللہ
بین رسول اللہ صلی اللہ	علیہ وسلم اور ان کی ازواج کے معاملات
علیہ وسلم وازواجہ	میں بھی دخل دیتے ہو،

چونکہ جواب نہایت خشک تھا، اس لیے حضرت عمرؓ چپ ہو گئے، اور اٹھکر چلے آئے، رات کو یہ خبر مشہور ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو طلاق دیدی، صبح کو حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور تمام واقعہ بیان کیا،

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۰ [2] زرقانی ج ۳ ص ۲۰۰ [3] استیعاب ج ۲ ص ۸۰۰ [4] صحیح بخاری ج ۲

جب حضرت ام سلمہؓ کا قول نقل کیا تو آپ مسکرائے،

حجۃ الوداع میں جو سنہ ۱۰ھ میں ہوا، اگرچہ ام سلمہؓ علیل تھین، تاہم ساتھ آئین نبہان (غلام) اونٹ کی مہار تھامے تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام مکاتب کے پاس اسقدر مال موجود ہو کہ وہ اس کو ادا کر کے آزاد ہو سکتا ہو تو اس سے پردہ ضروری ہو جاتا ہے[1]، طواف کے متعلق فرمایا کہ جب نماز فجر قائم ہو، تم اونٹ پر سوار ہو کر طواف کرنا، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ نے ایسا ہی کیا،[2]

سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے، مرض نے طول کھینچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے مکان میں منتقل ہو گئے، حضرت ام سلمہؓ اکثر آپ کو دیکھنے کے لیے جایا کرتی تھین، ایک دن طبیعت زیادہ علیل ہوئی تو ام سلمہؓ چیخ اٹھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ یہ مسلمانون کا شیوہ نہین[3]، ایک دن مرض مین اشتداد ہوا تو ازواج نے دوا پلانی چاہی، چونکہ گوارا نہ تھی، آپ نے انکار فرمایا لیکن جب غشی طاری ہو گئی تو حضرت ام سلمہؓ اور (اسماء بنت عمیسؓ نے دوا پلا دی[4]، بعض روایتوں میں ہے کہ ان دونون نے اس کا مشورہ دیا تھا) اسی زمانہ مین ایک روز حضرت ام سلمہؓ اور ام حبیبہؓ نے جو حبشہ ہو آئی تھین، وہان کے عیسائی معبدون کا (جو غالباً رومن کیتھولک گرجے ہون گے)، اور ان کے مجسمون اور تصویرون کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا ان لوگون مین جب کوئی نیک آدمی مرتا ہے تو اس کے مقبرہ کو عبادت گاہ بنا لیتے ہین اور اس کا بت بنا کر اس مین کھڑا کرتے ہین، قیامت کے روز خدائے عزوجل کی نگاہ مین یہ لوگ بدترین مخلوق ہون گے[5]،

---

[1] مسند ج ۶ ص ۳۰۸ و ص ۲۸۹ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۹ و ۲۲۰ [3] طبقات ج ۸ ق ۲ ص ۱۳

[4] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۱ و طبقات ج ۲ ق ۲ ص ۳۲ [5] صحیح بخاری و صحیح مسلم

وفات سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے کان میں باتین کین حضرت عائشہؓ اسی وقت بیتابانہ پوچھنے لگین لیکن حضرت ام سلمہؓ نے توقف کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پوچھا[۱]،

سنہ ۶۱ھ مین حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی حضرت ام سلمہؓ نے خواب مین دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہین، نہایت پریشان ہین سر اور ریش مبارک غبار آلود ہے، پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا حال ہے ارشاد ہوا حسینؓ کے مقتل سے واپس آرہا ہون، حضرت ام سلمہؓ بیدار ہوئین تو آنکھون سے آنسو جاری تھے[۲]، اسی حالت مین زبان سے نکلا اہل عراق نے حسینؓ کو قتل کیا، خدا ان کو قتل کرے، اور حسینؓ کو ذلیل کیا، خدا ان لوگون پر لعنت کرے[۳]،

سنہ ۶۳ھ مین واقعہ حرہ کے بعد شامی لشکر مکہ گیا، جہان ابن زبیرؓ پناہ گزین تھے، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث مین ایسے لشکر کا تذکرہ فرمایا تھا، بعض کو شبہ ہوا اور حضرت ام سلمہؓ سے دریافت کیا، بولین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ایک شخص مکہ مین پناہ لے گا، اس کے مقابلہ مین جو لشکر آئے گا، بیابان مین زمین مین دھنس جائے گا، ام سلمہؓ نے پوچھا جو لوگ جبراً شریک کیے گئے ہون گے وہ بھی؟ فرمایا ہان، لیکن قیامت مین اپنی نیتون کے مطابق اٹھین گے (حضرت ابو جعفرؓ فرماتے تھے کہ یہ واقعہ مدینہ کے میدان مین پیش آئیگا[۴]،

وفات جس سال حرہ کا واقعہ ہوا (یعنی سنہ ۶۳ھ) اسی سال حضرت ام سلمہؓ نے انتقال فرمایا، اس وقت ۸۴ برس کا سن تھا، حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھی، اور بقیع مین دفن کیا[۵]،

---

[۱] طبقات ج ۸ ق ۲ ص ۶۴ [۲] صحیح ترمذی ص ۶۲۲ [۳] مسند ج ۶ ص ۲۹۸ [۴] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۳ و ۳۹۴ [۵] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۰

اس زمانہ مین ولید بن عتبہ (ابوسفیان کا پوتا) مدینہ کا گورنر تھا، چونکہ حضرت ام سلمہؓ نے وصیت کی تھی کہ وہ میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھائے، اس لیے وہ جنگل کی طرف نکل گیا، اور اپنے بجائے حضرت ابوہریرہؓ کو بھیجدیا[1]

اولاد حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر سے جو اولاد ہوئی اس کے نام یہ ہین،

سلمہؓ، حبشہ مین پیدا ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت حمزہؓ کی لڑکی امامہ سے کیا تھا،

عمرؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ام سلمہؓ کا نکاح ان ہی نے کیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت مین فارس اور بحرین کے حاکم تھے،

دُرہ، ان کا ذکر صحیح بخاری مین آیا ہے، حضرت ام حبیبہؓ نے کہ ازواج مطہراتؓ مین داخل تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، ہم نے سنا ہے کہ آپ دُرہ سے نکاح کرنا چاہتے ہین؟ فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے، اگر مین نے اس کو پرورش نہ بھی کیا ہوتا تو بھی وہ میرے لیے کسی طرح حلال نہ تھی، کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے"[2]

زینبؓ، پہلے برہ نام تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رکھا[3]

حلیہ اصابہ مین ہے:

کانت ام سلمۃ موصوفۃ بالجمال البارع یعنی حضرت ام سلمہؓ نہایت حسین تھین،

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کو ان کے حسن کا حال معلوم ہوا[4] تو سخت پریشان ہوئین، مگر یہ واقدی کی روایت ہے جو چندان قابل اعتبار نہین،

حضرت ام سلمہؓ کے بال نہایت گھنے تھے[5]

---

[1] طبری کبیر ج ۳ ص ۳۴۴۴، [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۴، [3] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۰، [4] ابن سعد ج ۸ ص ۶۶
[5] مسند ج ۶ ص ۲۸۹

فضل و کمال علمی حیثیت سے اگرچہ تمام ازواج بلند رتبہ تھین، تاہم حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا ان مین کوئی جواب نہ تھا، چنانچہ محمود بن لبید کہتے ہین[1]،

کان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج احادیث
یحفظن من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کا مخزن تھین، تاہم عائشہؓ اور ام سلمہؓ کا
کثیرا ولا مثلا لعائشۃ و ام سلمۃ	ان مین کوئی حریف مقابل نہ تھا،

مروان بن حکم ان سے مسائل دریافت کرتا اور علانیہ کہتا تھا،

کیف نسأل احدا وفینا ازواج	آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ازواج
النبی صلی اللہ علیہ وسلم[2]	کے ہوتے ہوئے ہم دوسرون سے کیون پوچھین،

حضرت ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ دریاے علم ہونے کے باوجود ان کے دریاے فیض سے مستغنی نہ تھے[3] تابعین کرام کا ایک بڑا گروہ ان کے آستانۂ فضل پر سربر تھا،

قرآن اچھا پڑھتین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر پڑھ سکتی تھین، ایک مرتبہ کسی نے پوچھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر قرأت کرتے تھے؟ بولین ایک ایک آیت الگ الگ کرکے پڑھتے تھے، اس کے بعد خود پڑھ کر بتلایا[4]،

حدیث مین حضرت عائشہؓ کے سوا ان کا کوئی حریف نہ تھا، ان سے ۳۷۸ روایتین مروی ہین، اس بنا پر وہ محدثین صحابہؓ کے تیسرے طبقہ مین شامل ہین،

حدیث سننے کا بڑا شوق تھا، ایک دن بال گوندھوا رہی تھین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، زبان مبارک سے ایہا الناس (لوگو!) کا لفظ نکلا تو فوراً بال باندھ کر اٹھ کھڑی ہوئین، اور کھڑے ہو کر پورا خطبہ سنا[5]،

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ق ۲ ص ۱۲۴ [2] مسند ج ۶ ص ۳۱۷ [3] ایضاً ص ۳۱۲ [4] ایضاً ص ۳۰۰ و ۳۰۲ [5] ایضاً ص ۳۰۱

مجتہد تھے، صاحب اصابہ نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے،

صاحب العقل البالغ والرائی الصائب[1]	یعنی وہ کامل العقل اور صائب الرائے تھے،

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ ان کے فتاوی اگر جمع کیے جائیں تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے[2]، ان کے فتاوی کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ عموماً متفق علیہ ہیں، اور یہ ان کی دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی کا کرشمہ ہے،

ان کی نکتہ سنجی پر ذیل کے واقعات شاہد ہیں،

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، مروان نے پوچھا آپ یہ نماز کیوں پڑھتے ہیں؟ بولے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھتے تھے، چونکہ انھوں نے یہ حدیث حضرت عائشہؓ کے سلسلہ سے سنی تھی، مروان نے ان کے پاس تصدیق کے لیے آدمی بھیجا، انھوں نے کہا مجھ کو ام سلمہؓ سے یہ حدیث پہنچی ہے، حضرت ام سلمہؓ کے پاس آدمی گیا اور یہ قول نقل کیا تو بولیں،

یغفر اللہ لعائشۃ لقد وضعت	یعنی خدا عائشہؓ کی مغفرت کرے،
امری علی غیر موضعہ[3]	انھوں نے بات نہیں سمجھی،
اولم اخبرھا ان رسول	کیا میں نے ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ آنحضرت
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کی
قد نھی عنھما[4]	ممانعت فرمائی ہے،

حضرت ابوہریرہؓ کا خیال تھا کہ رمضان میں جنابت کا غسل فوراً صبح اٹھ کر کرنا چاہیے،

---

[1] (اصابہ ج ۸ ص ۲۴۴) [2] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳ [3] (مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۹) یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی ہے ج ۲ ص ۲۳۹ [4] مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۳)

ورنہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ایک شخص نے جاکر حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ سے پوچھا، دونون نے کہا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت مین صائم ہوتے تھے[1] حضرت ابوہریرہؓ نے سنا تو رنگ فق ہوگیا، اس خیال سے رجوع کیا، اور کہا کہ مین کیا کرون فضل بن عباسؓ نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا تھا، لیکن ظاہر ہے کہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ کو زیادہ علم ہے،[2] (اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ نے اپنا فتوی واپس لے لیا)

ایک مرتبہ چند صحابہؓ نے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اندرونی زندگی کے متعلق کچھ ارشاد کیجئے، فرمایا، آپؐ کا ظاہر و باطن یکسان تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپؐ سے واقعہ بیان کیا، فرمایا تم نے بہت اچھا کیا،[3]

حضرت ام سلمہؓ جواب صاف دیتی تھین اور یہ کوشش کرتی تھین کہ سائل کو تشفی ہوجائے، ایک دفعہ کسی شخص کو مسئلہ بتایا، وہ ان کے پاس سے اٹھ کر دوسری ازواج کے پاس گیا، سب نے ایک ہی جواب دیا، واپس آکر حضرت ام سلمہؓ کو یہ خبر سنائی تو بولین نعم واشفیک! ذرا ٹھہرو! مین تمھاری تشفی کرنا چاہتی ہون، مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے،[4]

حضرت ام سلمہؓ کو حدیث و فقہ کے علاوہ اسرار کا بھی علم تھا، اور یہ وہ فن تھا جس کے حضرت حذیفہؓ عالم خصوصی تھے، ایکمرتبہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ان کے پاس آئے تو بولین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعض صحابی ایسے ہین جن کو نہ مین اپنے انتقال کے بعد دیکھون گا نہ وہ مجھ کو دیکھین گے حضرت عبدالرحمنؓ گھبرا کر حضرت عمرؓ کے پاس پہونچے اور ان سے یہ حدیث بیان کی، حضرت عمرؓ حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لائے اور کہا،

[1] مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۶، ۳۰۷، [2] ایضاً ص ۳۱۳، [3] ایضاً ص ۳۰۹، [4] ایضاً ص ۲۹۷

خدا کی قسم اپنے سچ کہنا کیا میں انہی میں ہوں"؟ حضرت ام سلمہؓ نے کہا نہیں، لیکن تمہارے علاوہ میں کسی کو مستثنیٰ نہیں کروں گی۔[1]

حضرت ام سلمہؓ سے جن لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا ان کی ایک بڑی جماعت ہے، ہم صرف چند ناموں پر اکتفا کرتے ہیں،

عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، اسامہ بن زیدؓ، ہند بنت الحارث الفراسیہؓ، صفیہ بنت شیبہؓ، عمرؓ، زینبؓ (اولاد حضرت ام سلمہؓ)، مصعبؓ بن عبداللہ (برادرزادہ)، نبہانؓ (غلام مکاتب)، عبداللہؓ بن رافع، نافع، شفیہ، پسر شفیہؓ، ابوکثیرؓ، خیرہ والدہ حسن بصری، سلیمان بن یسارؓ، ابوعثمان النہدی، حمیدؓ، ابوسلمہؓ، سعید بن مسیب، ابو وائل، صفیہ بنت محصن، شعبی، عبدالرحمان بن حارث بن ہشام، عکرمہ، ابوبکر بن عبدالرحمان، عثمان بن عبداللہ ابن موہب، عروہ بن زبیرؓ، کریب مولیٰ ابن عباسؓ، قبیصہ بن ذویبؓ، نافع مولا ابن عمرؓ، یعلیٰ بن مملک،

اخلاق و عادات حضرت ام سلمہؓ نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں، ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ شامل تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض کیا تو اسکو توڑ ڈالا۔[2]

ہر مہینہ میں تین دن (دوشنبہ، جمعرات اور جمعہ) روزہ رکھتی تھیں۔[3] ثواب کی متلاشی رہتی تھیں، ان کے پہلے شوہر کی اولاد ان کے ساتھ تھی، اور وہ نہایت عمدگی سے ان کی پرورش کرتی تھیں، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھ کو اس کا کچھ ثواب بھی ملے گا؟ آپ نے فرمایا "ہاں"۔[4]

اپنے کاموں میں شریک ہوتی تھیں، آیت تطہیر انہی کے گھر میں نازل ہوئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ اور حسنین رضی اللہ عنہما کو بلا کر کمل اڑھایا، اور کہا خدایا

۱؎ مسند احمد [illegible] ۲؎ [illegible] ۳؎ [illegible] ۲۲۳ ۴؎ ایضاً ص ۲۸۹ ۵؎ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۸

یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ناپاکی کو دور کر اور ان کو پاک کر، حضرت ام سلمہؓ نے یہ دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوں، ارشاد ہوا تم اپنی جگہ پر ہو اور تم اچھی ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابند تھیں، نماز کے اوقات میں بعض امراء نے تغیر و تبدل کیا یعنی مستحب اوقات چھوڑ دیئے، تو حضرت ام سلمہؓ نے ان کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر جلد پڑھا کرتے تھے، اور تم عصر جلد پڑھتے ہو۔[1]

ایک دن ان کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی، چونکہ سجدہ گاہ غبار آلود تھی، وہ سجدہ کرتے وقت مٹی جھاڑتے تھے، حضرت ام سلمہؓ نے روکا کہ یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روش کے خلاف ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام نے ایک دفعہ ایسا کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا، ترب وجهك لله یعنی تیرا چہرہ خدا کی راہ میں غبار آلود ہو۔[2]

فیاض تھیں، اور دوسروں کو بھی فیاضی کی طرف مائل کرتی تھیں، ایک دفعہ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے آکر کہا اماں! میرے پاس اس قدر مال جمع ہو گیا ہے کہ اب بربادی کا خوف ہے، فرمایا بیٹا! اس کو خرچ کرو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ بہت سے صحابہ ایسے ہیں جو مجھ کو میری موت کے بعد پھر کبھی نہ دیکھیں گے۔[3]

ایک مرتبہ چند فقراء جن میں عورتیں بھی تھیں، ان کے گھر آئے، اور نہایت الحاح سے سوال کیا، ام الحسن بیٹھی تھیں، انھوں نے ڈانٹا لیکن حضرت ام سلمہؓ نے کہا ہم کو اس کا حکم نہیں ہے، اس کے بعد لونڈی سے کہا کہ ان کو کچھ دے کر رخصت کرو، کچھ نہ ہو تو ایک ایک چھوہارا ان کے ہاتھ پر رکھ دو۔[4]

---

[1] صحیح ترمذی ص ۵۳۰ [2] مسند (ج ۶) ۲۰۹ [3] ایضاً ج ۶ ص ۳۰۰ [4] ایضاً ص ۲۹۰
[5] استیعاب ج ۲ ص ۸۰۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو محبت تھی اس کا یہ اثر تھا کہ آپ کے موے مبارک تبرکاً رکھ چھوڑے تھے، جن کی وہ لوگون کو زیارت کراتی تھین[1]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ ایک مرتبہ انھون نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا کیا سبب ہے کہ ہمارا قرآن مین ذکر نہین، تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور یہ آیت پڑھی اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ[2]،

مناقب | ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہین، حضرت جبرئیل آئے اور باتین کرتے رہے، ان کے جانے کے بعد آپ نے پوچھا "ان کو جانتی ہو؟" بولین دحیہ تھے، لیکن جب آپ نے اس واقعہ کو اور لوگون سے بیان کیا تو اس وقت معلوم ہوا کہ وہ جبرئیل تھے[3]، (غالباً یہ نزول حجاب سے قبل کا واقعہ ہوگا،

---

[1] مسند احمد (ج ۶ ص ۲۹۶) [2] (ایضاً ص ۳۰۱) [3] (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱ مطبوعہ مصر)

(۷)

حضرت زینب رضؓ بنت جحش

نام و نسب | زینب نام، ام الحکم کنیت، قبیلۂ قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، زینب بنت جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ بن کثیر بن غنم بن دودان بن سعد بن خزیمہ، والدہ کا نام امیمہ تھا، جو عبد المطلب جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں، اس بنا پر حضرت زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں،

اسلام | نبوت کے ابتدائی دور میں اسلام لائیں، اسد الغابہ میں ہے،

كانت قديمة الاسلام[1] قدیم الاسلام تھیں،

نکاح | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ جو آپکے آزاد کردہ غلام اور متبنی تھے، ان کا نکاح کر دیا، اسلام نے دنیا میں مساوات کی جو تعلیم رائج کی ہے، اور پست و بلند کو جس طرح ایک سطح پر لا کھڑا کر دیا ہے، اگرچہ تاریخ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں، لیکن یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان سب پر فوقیت رکھتا ہے، کیونکہ اسی سے عملی تعلیم کی بنیاد قائم ہوتی ہے، قریش اور خصوصاً خاندان ہاشم کو تولیت کعبہ کی وجہ سے عرب میں جو درجہ حاصل تھا، اس کے لحاظ سے شاہان یمن بھی ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے، لیکن اسلام نے محض "تقویٰ" کو بزرگی کا معیار قرار دیا، اور فخر و دعا کو جاہلیت کا شعار ٹھہرایا ہے۔

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳

اس بنا پر اگرچہ حضرت زیدؓ بظاہر غلام تھے، تاہم چونکہ (وہ مسلمان اور مرد صالح تھے، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ حضرت زینبؓ کا عقد کر دینے میں کوئی تکلف نہیں ہوا) تعلیم مساوات کے علاوہ اس نکاح کا ایک مقصد اور بھی تھا جو اسد الغابہ میں مذکور ہے، اور وہ یہ ہے

تزوجھا لیعلمھا کتاب اللہ وسنۃ رسولہؐ

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح زیدؓ سے اسلیے کیا تھا کہ انکو قرآن وحدیث کی تعلیم دیں،

تقریباً ایک سال تک دونوں کا ساتھ رہا، لیکن پھر تعلقات قائم نہ رہ سکے اور شکر رنجی بڑھتی گئی، حضرت زیدؓ نے بارگاہ نبوت میں شکایت کی، اور طلاق دیدینا چاہا،

جاء زید بن حارثۃ فقال یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان زینب اشتد علی لسانھا وانا ارید ان اطلقھا

زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ زینب مجھ سے زبان درازی کرتی ہیں اور میں ان کو طلاق دینا چاہتا ہوں،

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ان کو سمجھاتے تھے کہ طلاق نہ دیں، قرآن مجید میں ہے

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ (احزاب - ۵)

اور جبکہ تم اس شخص سے جس پر خدا نے اور تم نے احسان کیا تھا، یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں لیے رہو اور خدا سے خوف کرو،

لیکن یہ کسی طرح صحبت برآر نہ ہو سکے، اور آخر حضرت زیدؓ نے ان کو طلاق دیدی، حضرت زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں، اور آپ ہی کی تربیت میں پلی تھیں، آپ کے فرمانے سے

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳ [۲] صحیح ترمذی ص ۵۳۱ [۳] فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳ تفسیر سورۂ احزاب

انھون نے یہ رشتہ منظور کرلیا تھا، جوان کے نزدیک ان کے خلاف شان تھا (چونکہ زیدؓ غلام رہ چکے تھے اس لیے حضرت زینبؓ کو یہ نسبت گوارا نہ تھی) بہرحال وہ مطلقہ ہوگئین تو آپ نے ان کی دلجوئی کے لیے خود ان سے نکاح کرلینا چاہا، لیکن عرب مین اس وقت تک متبنی اصلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا اس لیے عام لوگون کے خیال سے آپ تامل فرماتے تھے، لیکن چونکہ یہ محض جاہلیت کی رسم تھی اور اس کا مٹانا مقصود تھا، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی،

وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ	اور تم اپنے دل مین وہ بات چھپاتے ہو جو کہ خدا
وتخشی الناس واللہ احق	ظاہر کردینے والا ہے، اور تم لوگون سے ڈرتے ہو
ان تخشاہ (احزاب - ۵)	حالانکہ ڈرنا خدا سے چاہیے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تم زینبؓ کے پاس میرا پیغام لیکر جاؤ، زیدؓ ان کے گھر آئے تو وہ آٹا گوندھنے مین مصروف تھین، چاہا کہ ان کی طرف دیکھین، لیکن پھر کچھ سوچ کر منہ پھیر لیا اور کہا "زینبؓ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لایا ہون" جواب ملا "مین بغیر استخارہ کیے کوئی رائے قائم نہین کرتی" یہ کہا اور مصلی پر کھڑی ہوگئین، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی فلما قضی زید منہا وطرا زوجناکہا، اور نکاح ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے مکان پر تشریف لائے اور بلا استیذان اندر چلے گئے، دن چڑھے دعوت ولیمہ ہوئی، جو اسلام کی سادگی کی اصلی تصویر تھی، اس مین روٹی اور سالن کا انتظام تھا، علاوہ برین حضرت ام سلیمؓ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ اور حضرت انسؓ کی والدہ تھین، مالیدہ بھیجا تھا، غرض سب چیزین جمع ہوگئین، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو لوگون کے بلانے کے لیے بھیجا، ۳۰۰ آدمی شریک دعوت ہوئے، کھانے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دس آدمیون کی ٹولیان کردی تھین، باری باری آتے تھے،

اور کھانا کھاکر واپس جاتے تھے،

اسی دعوت مین آیت حجاب اتری جس کی وجہ یہ تھی کہ چند آدمی مدعو تھے، کھاکر باتین کرنے لگے اور اس قدر دیر لگائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرط مروت سے خاموش تھے، بار بار اندر جاتے اور باہر آتے تھے، اسی مکان مین حضرت زینبؓ بھی بیٹھی ہوئی تھین، اور ان کا منہ دیوار کی طرف تھا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت کو دیکھکر بعضون کو خیال ہوا اور اٹھکر چلے گئے، حضرت انسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دوسری ازواج کے مکان مین تھے، اطلاع دی، آپ باہر تشریف لائے تو وحی کی زبان اس طرح گویا ہوئی،

یا ایہا الذین اٰمنوا لا تدخلوا	اے ایمان والو نبی کے گھرون پر مت
بیوت النبی الا ان یوذن لکم	جایا کرو، مگر جس وقت تم کو کھانے کیلئے
الیٰ طعام غیر نظرین انٰہ	اجازت دیجائے، ایسے طور پر کہ تم اسکی
ولکن اذا دعیتم فادخلوا	تیاری کے منتظر رہو لیکن جب تم کو
فاذا طعمتم فانتشروا ولا	بلایا جائے تب جایا کرو، پھر جب کھانا
مستانسین لحدیث ان ذلکم	کھاچکو تو اٹھکر چلے جایا کرو اور باتون
کان یوذی النبی فیستحیی منکم	مین جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو، اس بات
واللہ لا یستحیی من الحق واذا	سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا
سالتموھن متاعا فسئلوھن	لحاظ کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ صاف بات
من وراء حجاب	کہنے سے لحاظ نہین کرتا ہے، اور جب تم
(احزاب - ۷)	ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر مانگو،

آپ نے دروازہ پر پردہ لٹکا دیا، اور لوگوں کو گھر کے اندر جانے کی ممانعت ہو گئی، یہ ذوالقعدہ ۵ھ کا واقعہ ہے،

حضرت زینبؓ کے نکاح کی چند خصوصیتین ہین جو کہین اور نہین پائی جاتین، ان کے نکاح سے جاہلیت کی ایک رسم کہ متبنیٰ اصلی بیٹے کا حکم رکھتا ہے، مٹ گئی، مساوات اسلامی کا وہ عظیم الشان منظر نظر آیا کہ آزاد و غلام کی تمیز اٹھ گئی، پردہ کا حکم ہوا، نکاح کے لیے وحی الٰہی آئی، ولیمہ مین تکلف ہوا، اسی بنا پر حضرت زینبؓ اور ازواج کے مقابلہ مین فخر کیا کرتی تھین[۱]،

ازواجِ مطہراتؓ مین جو بیبیان حضرت عائشہؓ کی ہمسری کا دعویٰ رکھتی تھین، ان مین حضرت زینبؓ خصوصیت کے ساتھ ممتاز تھین، خود حضرت عائشہؓ کہتی ہین،

هي[۲] التي كانت تساميني منهن	ازواج مین سے وہی رسول اللہ صلی اللہ
في المنزلة عند رسول الله	علیہ وسلم کی نگاہ مین عزت و مرتبہ مین
صلى الله عليه وسلم	میرا مقابلہ کرتی تھین،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی خاطرداری منظور رہتی تھی، یہی وجہ تھی کہ جب چند ازواج نے حضرت فاطمہؓ زہرا کو سفیر بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بھیجا، اور وہ ناکام واپس آئین تو سب نے اس خدمت (سفارت) کے لیے حضرت زینبؓ کا انتخاب کیا، کیونکہ وہ اس خدمت کے لیے زیادہ موزون تھین، انھون نے بڑی دلیری سے پیغام ادا کیا، اور بڑے زور کے ساتھ یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت عائشہؓ اس رتبہ کی مستحق نہین ہین، حضرت عائشہؓ چپ سن رہی تھین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی طرف دیکھتی جاتی تھین، حضرت زینبؓ جب تقریر کر چکین تو مرضی پا کر کھڑی ہوئین اور اس زور و شور کے ساتھ تقریر کی کہ

[۱] ترمذی ص ۵۳۱ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۴) [۲] صحیح مسلم باب فضل عائشہؓ

حضرت زینبؓ لاجواب ہو کر رہ گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیوں نہ ہو ابوبکرؓ کی بیٹی ہے"[۱]

وفات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہراتؓ سے فرمایا تھا،

اسرعکن لحاقا بی اطولکن یدا"	تم میں مجھ سے جلد وہ ملیگی جسکا ہاتھ لمبا ہوگا،

یہ استعارۃً فیاضی کی طرف اشارہ تھا، لیکن ازواج مطہرات اس کو حقیقت سمجھیں، چنانچہ باہم اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں، حضرت زینبؓ اپنی فیاضی کی بنا پر اس پیشنگوئی کا مصداق ثابت ہوئیں، ازواج مطہراتؓ میں سب سے پہلے انتقال کیا، کفن کا خود سامان کر لیا تھا، اور وصیت کی تھی کہ حضرت عمرؓ بھی کفن دیں تو ان میں سے ایک کو صدقہ کر دینا، چنانچہ یہ وصیت پوری کی گئی، حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اس کے بعد ازواج مطہراتؓ سے دریافت کیا کہ کون قبر میں داخل ہوگا؟ انھوں نے کہا وہ شخص جو ان کے گھر میں داخل ہوا کرتا تھا، چنانچہ اسامہ بن زیدؓ، محمد بن عبداللہ بن جحش، عبداللہ بن ابی احمد بن جحش نے ان کو قبر میں اتارا اور بقیع میں سپرد خاک کیا،[۲]

حضرت زینبؓ نے ۲۰ھ میں انتقال کیا، اور ۵۳ برس کی عمر پائی، واقدی نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس وقت نکاح ہوا اس وقت ۳۵ سال کی تھی لیکن یہ عام روایت کے خلاف ہے، عام روایت کے مطابق ان کا سن ۳۰ سال کا تھا،

حضرت زینبؓ نے مال متروکہ میں صرف ایک مکان یادگار چھوڑا تھا جس کو ولید بن عبد الملک نے اپنے زمانۂ حکومت میں پچاس ہزار درہم پر خرید کیا اور وہ مسجد نبویؐ میں شامل کر دیا گیا،[۳]

حلیہ | حضرت زینبؓ کوتاہ قامت لیکن خوبصورت اور موزون اندام تھیں،[۴]

فضل وکمال | روایتیں کم کرتی تھیں، کتب حدیث میں ان سے صرف گیارہ روایتیں،

۱؎ صحیح مسلم فضل عائشہؓ ۲؎ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۱، مسلم ص ۳۴۱ ج ۲، اسد الغابہ ص ۴۶۵ ج ۵ ۳؎ طبری ص ۲۴۴۹ ج ۱۳
۴؎ زرقانی ج ۳ ص ۲۸۳،

منقول ہین، راویون مین حضرت ام حبیبہ، زینب بنت ابی سلمہ، محمد بن عبد اللہ بن جحش (برادر زادہ) کلثوم بنت طلق اور مذکور (غلام) داخل ہین،

اخلاق | حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہین،

کانت زینبؓ صالحۃ صوامۃ قوامۃ[1]	یعنی حضرت زینبؓ نیک خو، روزہ دار و نماز گذار تھین،

حضرت عائشہؓ فرماتی ہین،

لم ار امرءۃ قط خیرا فی الدین	یعنی مین نے کوئی عورت زینبؓ سے
من زینبؓ واتقی للہ واصدق	زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ
حدیثا واوصل للرحم واعظم	راست گفتار، زیادہ فیاض، مخیر اور
صدقۃ واشد ابتذالا لنفسھا	خدا کی رضاجوئی مین زیادہ سرگرم نہین
فی العمل الذی تصدق بہ	دیکھی، فقط مزاج مین ذرا تیزی تھی،
وتقرب بہ الی اللہ ما عدا سورۃ	جس پر ان کو بہت جلد ندامت بھی
من حدۃ کانت فیھا تسرع منھا الفیئۃ[2]	ہوتی تھی،

حضرت زینبؓ کا زہد و تورع مین یہ حال تھا کہ جب حضرت عائشہؓ پر اتہام لگایا گیا اور اس اتہام مین خود حضرت زینبؓ کی بہن حمنہ شریک تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت عائشہؓ کی اخلاقی حالت دریافت کی تو انھون نے صاف لفظون مین کہدیا،

ما علمت الا خیرا	مجھکو حضرت عائشہؓ کی بھلائی کے سوا کسی چیز کا علم نہین،

حضرت عائشہؓ کو ان کے اس صدق و اقرار حق کا اعتراف کرنا پڑا،

[1] زرقانی بحوالہ ابن سعد [2] مسلم ج ۲ ص ۳۰۳ (فضل عائشہؓ)

عبادت مین نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ مصروف رہتی تھین، ایک مرتبہ آپ مہاجرین پر کچھ مال تقسیم کر رہے تھے، حضرت زینبؓ اس معاملہ مین کچھ بول اٹھین حضرت عمرؓ نے ڈانٹا، آپ نے فرمایا ان سے درگذر کرو یہ اَوَّاہ ہین[1] (یعنی خاشع ومتضرع ہین)

نہایت قانع اور فیاض طبع تھین، خود اپنے دست وبازو سے معاش پیدا کرتی تھین، اور اس کو خدا کی راہ مین لٹا دیتی تھین، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو مدینہ کے فقرا، اور مساکین مین سخت کھلبلی پیدا ہوگئی اور وہ گھبرا گئے[2] ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کا سالانہ نفقہ بھیجا، انھون نے اس پر ایک کپڑا ڈال دیا، اور برزہ بنت رافع کو حکم دیا کہ میرے خاندانی رشتہ دارون، اور یتیمون کو تقسیم کردو، برزہ نے کہا آخر ہمارا بھی کچھ حق ہے؟ انھون نے کہا کپڑے کے نیچے جو کچھ ہو وہ تمھارا ہے، دیکھا تو پچاسی درہم نکلے، جب تمام مال تقسیم ہوچکا تو دعا کی کہ خدایا اس سال کے بعد مین عمرؓ کے عطیہ سے فائدہ نہ اٹھاؤن، دعا قبول ہوئی، اور اسی سال انتقال ہوگیا،[3]

[1] اصابہ ج ۸ ص ۹۳ و [2] اصابہ ج ۸ بحوالہ ابن سعد [3] (ابن سعد ج ۸ ص ۷۸)

(۸)

حضرت جویریہ رضؓ

نام و نسب جویریہ نام، قبیلۂ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، جویریہؓ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ (مصطلق) بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو مزیقیار،

حارث بن ابی ضرار حضرت جویریہؓ کے والد خاندان بنو مصطلق کے سردار تھے،[1]

نکاح حضرت جویریہؓ کا پہلا نکاح اپنے ہی قبیلہ میں مسافع بن صفوان (ذی شفر) سے ہوا تھا،

غزوۂ مریسیع اور نکاح ثانی حضرت جویریہؓ کا باپ اور شوہر مسافع دونوں دشمنِ اسلام تھے، چنانچہ حارث نے قریش کے اشارہ سے یا خود مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو مزید تحقیقات کے لیے بریدہ بن حصیب اسلمیؓ کو روانہ کیا، انھوں نے واپس آکر خبر کی تصدیق کی، آپ نے صحابہؓ کو تیاری کا حکم دیا، ۲ شعبان ۵ھ کو فوجیں مدینہ سے روانہ ہوئیں، اور مریسیع میں جو مدینہ منورہ سے ۹ منزل ہے پہنچکر قیام کیا لیکن حارث کو یہ خبریں پہلے سے پہنچ چکی تھیں، اس لیے اس کی جمعیت منتشر ہو گئی، اور وہ خود بھی کسی طرف نکل گیا، لیکن مریسیع میں جو لوگ آباد تھے، انھوں نے صف آرائی کی اور دیر تک جم کر تیر برساتے رہے، مسلمانوں نے دفعۃً ایک ساتھ حملہ کیا تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے ۱۱ آدمی

---

[1] طبقات، ج ۸ ق ا ص ۵۳

مارے گئے اور باقی گرفتار ہوگئے، جن کی تعداد تقریباً ۶۰۰ سو تھی، غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں،

لڑائی میں جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں حضرت جویریہؓ بھی تھیں، ابن اسحٰق کی روایت ہے جو بعض حدیث کی کتابوں میں بھی ہے کہ تمام اسیرانِ جنگ لونڈی غلام بنا کر تقسیم کر دیئے گئے حضرت جویریہؓ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں، انھوں نے ثابت سے درخواست کی کہ مکاتبت کر لو یعنی مجھ سے کچھ روپیہ لے کر چھوڑ دو، ثابت نے ۹ اوقیہ سونے پر منظور کیا، حضرت جویریہؓ کے پاس روپیہ تھا، چاہا کہ لوگوں سے روپیہ مانگ کر یہ رقم ادا کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی آئیں، حضرت عائشہؓ بھی وہاں موجود تھیں،

ابن اسحٰق نے حضرت عائشہؓ کی زبانی روایت کی ہے جو یقیناً ان کی ذاتی رائے ہے کہ چونکہ جویریہؓ نہایت شیریں ادا تھیں، میں نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے دیکھا تو سمجھ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ان کے حسن وجمال کا وہی اثر ہوگا جو مجھ پر ہوا، غرض وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں، آپ نے فرمایا کیا تم کو اس سے بہتر چیز کی خواہش نہیں؟ انھوں نے کہا، وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "تمھاری طرف سے میں روپیہ ادا کر دیتا ہوں اور تم سے نکاح کر لیتا ہوں" حضرت جویریہؓ راضی ہوگئیں، آپ نے تنہا وہ رقم ادا کر دی، اور ان سے شادی کر لی،

لیکن دوسری روایت میں اس سے زیادہ واضح بیان مذکور ہے،

اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت جویریہؓ کا باپ (حارث) رئیسِ عرب تھا حضرت جویریہؓ جب گرفتار ہوئیں تو حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی، میری شان اس سے بالاتر ہے، میں اپنے قبیلہ کا سردار اور رئیس عرب ہوں، آپ

اس کو آزاد کردین، آپ نے فرمایا کہ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ خود جویریہؓ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے،
حارث نے جاکر جویریہؓ سے کہا کہ محمدؐ نے تیری مرضی پر رکھا ہے، دیکھنا مجھ کو رسوا نہ کرنا، انھون
نے کہا "مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہنا پسند کرتی ہون" چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کرلی،

ابن سعد نے طبقات مین یہ روایت کی ہے کہ حضرت جویریہؓ کے والد نے ان کا زرفدیہ
ادا کیا، اور جب وہ آزاد ہوگئین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا[1]،

حضرت جویریہؓ سے جب آپ نے نکاح کیا تو تمام اسیران جنگ جو اہل فوج کے
حصہ مین آگئے تھے، دفعۃً رہا کردیے گئے، فوج نے کہا کہ جس خاندان مین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے شادی کرلی وہ غلام نہین ہوسکتا[2]،

حضرت عائشہؓ کہتی ہین کہ مین نے کسی عورت کو جویریہؓ سے بڑھکر اپنی قوم کے حق مین
مبارک نہین دیکھا، ان کے سبب سے بنو مصطلق کے سیکڑون گھرانے آزاد کردیے گئے[3]،

حضرت جویریہؓ کا نام برہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہؓ رکھا، کیونکہ
اس مین بدفالی تھی[4]،

وفات | حضرت جویریہؓ نے ربیع الاول سنہ ۵۰ھ مین وفات پائی، اس وقت ان کا سن ۶۵
برس کا تھا، مروان نے نماز جنازہ پڑھی، اور جنت البقیع مین دفن ہوئین،

حلیہ | حضرت جویریہؓ خوبصورت اور موزون اندام تھین، حضرت عائشہؓ کہتی ہین،

کانت امرءۃ حلوۃ ملاحۃ لا یراھا احد الا اخذت بنفسہ[5]

---

[1] ابن سعد ج ۸ ص ۸۴ [2] ابوداؤد کتاب العتق ج ۲ ص ۱۰۵، طبقات ج ۸ ق ۱ ص ۸۴، صحیح مسلم ص ۹۱
[3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۰ [4] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۱ [5] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۰

فضل وکمال | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کین ان سے حسب ذیل بزرگون نے[1] حدیث سنی ہے، ابن عباس، جابر، ابن عمر، عبید بن السباق طفیل، ابوایوب مراغی، کلثوم، ابن مصطلق، عبداللہ بن شداد بن الہاد، کریب،

اخلاق | حضرت جویریہ زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھین ایک دن صبح کو مسجد مین دعا کر رہی تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گذرے اور دیکھتے ہوئے چلے گئے، دوپہر کے قریب آئے تب بھی انکو اسی حالت مین پایا[1]

جمعہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تو روزہ سے تھین حضرت جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے دریافت کیا کہ کل روزہ سے تھین؟ بولین "نہین" فرمایا "تو کل رکھوگی؟" جواب ملا "نہین" ارشاد ہوا "تو پھر تم کو افطار کر لینا چاہیے[2]"

(دوسری روایتون مین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ مین تین دن روزہ رکھتے تھے، ان تین دنون مین ایک دن جمعہ کا ضرور ہوتا تھا، اسلیے تنہا جمعہ کے دن ایک روزہ رکھنے مین علماء کا اختلاف ہے، ائمہ حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، امام مالک سے بھی جواز کی روایت ہے بعض شافعیہ نے اس سے روکا ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۰۴، امام ابو یوسف کے نزدیک احتیاط اس مین ہے کہ جمعہ کے روزہ کیساتھ ایک روزہ اور ملا لیا جایا کرے (بذل المجہود جلد ۳ صفحہ ۱۶۹) یہ بحث صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کے متعلق ہے، اور دونون سے اس کا تعلق نہین ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت تھی، اور ان کے گھر آتے جاتے تھے، ایک مرتبہ آکر پوچھا کہ "کچھ کھانے کو ہے؟" جواب ملا "میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا وہی رکھا ہے، اسکے سوا اور کچھ نہین" فرمایا "اسے اٹھا لاؤ، کیونکہ صدقہ جس کو دیا گیا تھا اس کو پہنچ چکا[3]"

---

[1] صحیح ترمذی ص ۵۹۰ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۷ [3] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۰

(۹)

حضرت ام حبیبہؓ

نام و نسب رملہ نام، ام حبیبہؓ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، رملہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس، والدہ کا نام صفیہ بنت ابو العاص تھا، جو حضرت عثمانؓ کی حقیقی پھوپھی تھیں، حضرت ام حبیبہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ۱۷ سال پہلے پیدا ہوئیں۔[1]

نکاح عبید اللہ بن جحش سے، کہ حرب بن امیہ کے حلیف تھے، نکاح ہوا۔[2]

اسلام اور ان ہی کے ساتھ مسلمان ہوئیں، اور حبش کو ہجرت کی، حبش میں جاکر عبید اللہ نے عیسائی مذہب اختیار کیا، ام حبیبہؓ سے بھی کہا، لیکن وہ اسلام پر قائم رہیں، اب وہ وقت آگیا کہ ان کو اسلام اور ہجرت کی فضیلت کے ساتھ ام المومنین بننے کا شرف بھی حاصل ہو، عبید اللہ نے عیسائی ہوکر بالکل آزادانہ زندگی بسر کرنا شروع کی، مے نوشی کی عادت ہوگئی، آخر ان کا انتقال ہوگیا۔[3]

نکاح ثانی عدت کے دن ختم ہوئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کی خدمت میں بغرض نکاح بھیجا، جب وہ نجاشی کے پاس پہنچے تو اس نے ام حبیبہؓ کو اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعہ سے پیغام دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو تمہارے نکاح کے لیے لکھا ہے، انہوں نے خالد بن سعید اموی کو وکیل مقرر کیا، اور اس مژدہ کے

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۸۴ [2] ایضاً [3] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۷ بحوالہ ابن سعد

صلہ مین ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیان دین، جب شام ہوئی تو نجاشی نے جعفرؓ ابن ابی طالب اور وہان کے مسلمانون کو جمع کر کے خود نکاح پڑھایا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ نکاح کے بعد حضرت ام حبیبہؓ جہاز مین بیٹھ کر روانہ ہوئین اور مدینہ کے بندرگاہ مین اترین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر مین تشریف رکھتے تھے، یہ سنہ ۶ یا سنہ ۷ کا واقعہ ہے[1] اس وقت حضرت ام حبیبہؓ کی عمر ۳۶، ۳۷ سال کی تھی،

حضرت ام حبیبہؓ کے نکاح کے متعلق مختلف روایتین ہین، ہم نے جو روایت لی ہے وہ مسند کی ہے، اور مشہور روایتون کے مطابق ہے، البتہ مہر کی تعداد مین کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے، عام روایت یہ ہے اور مسند مین بھی ہے کہ ازواج مطہرات اور صاحبزادیون کا مہر چار چار سو درہم تھا، اس بنا پر چار سو دینار راوی کا سہو ہے، اس موقع پر ہم کو صحیح مسلم کی ایک روایت کی تنقید کرنا ہے،

صحیح مسلم مین ہے کہ لوگ ابوسفیان کو نظر اٹھا کے دیکھنا اور ان کے پاس بیٹھنا ناپسند کرتے تھے، اس بنا پر انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳ چیزون کی درخواست کی جن مین ایک یہ بھی تھی کہ ام حبیبہؓ سے شادی کر لیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی درخواست منظور فرمائی،[2] اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان کے مسلمان ہونے کے وقت حضرت ام حبیبہؓ ازواج مطہرات مین داخل نہین ہوئی تھین، لیکن یہ راوی کا وہم ہے، چنانچہ ابن سعد، ابن حزم، ابن جوزی، ابن اثیر، بیہقی اور عبدالعظیم منذری نے اس کے خلاف روایتین کی ہین، اور ابن سعد کے سوا سب نے اس روایت کی تردید کی ہے،

---

[1] مسند ج ۶ ص ۴۲۷ (و تاریخ طبری واقعات سنہ ۶) [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۱

وفات حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے بھائی امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت مین ۴۴ھ مین انتقال کیا، اور مدینہ مین دفن ہوئین، اس وقت ۷۰ برس کا سن تھا، قبر کے متعلق اس قدر معلوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان مین تھی، (حضرت علیؓ بن حسینؓ) سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مین نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو ایک کتبہ برآمد ہوا کہ "یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے"۔ چنانچہ اس کو مین نے اسی جگہ رکھ دیا[1]،

وفات کے قریب حضرت ام حبیبہؓ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ سوکنون مین باہم جو کچھ ہوتا ہے وہ ہم لوگون مین بھی کبھی ہو جایا کرتا تھا اس لیے مجھکو معاف کردو، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ مین نے معاف کردیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی، تو بولین، تم نے مجھ کو خوش کیا خدا تم کو خوش کرے[2]،

اولاد پہلے شوہر سے دو لڑکے پیدا ہوئے، عبد اللہ اور حبیبہ، حبیبہؓ نے آغوش نبوت مین تربیت پائی، اور داؤد بن عروہ بن مسعود کو منسوب ہوئین، جو قبیلہ ثقیف کے رئیس اعظم تھے،

حلیہ خوبصورت تھین، صحیح مسلم مین خود ابو سفیان کی زبانی منقول ہے[3]،

عندی احسن العرب و	میرے پاس عرب کی حسین ترا و
اجملہ ام حبیبۃ	جمیل تر عورت موجود ہے،

فضل وکمال حضرت ام حبیبہؓ سے حدیث کی کتابون مین (۶۵) روایتین منقول ہین، راویون کی تعداد بھی کم نہین بعض کے نام یہ ہین، حبیبہؓ (دختر)، معاویہؓ، اور عتبہؓ پسران ابو سفیانؓ، عبد اللہ بن عتبہ، ابو سفیان بن سعید ثقفی (خواہر زادہ) سالم بن سوار (مولی)

---

[1] استیعاب جلد ۲ ص ۷۵۰، [2] اصابہ جلد ۸ ص ۸۵ بحوالہ ابن سعد (ابن سعد جزو نساء ص ۷۱)، [3] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۰۴

ربواۃ راح ، صفیہ بنت شیبہ ، زینب بنت ابوسلمہ ، عروہ بن زبیر ، ابو صالح السمان ، شہر ابن حوشب ،

اخلاق حضرت ام حبیبہؓ کے جوش ایمان کا یہ منظر قابل دید ہے کہ فتح مکہ سے قبل جب ان کے باپ (ابوسفیان) کفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آئے اور ان کے گھر گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچھونے پر بیٹھنا چاہتے تھے ، حضرت ام حبیبہؓ نے یہ دیکھکر بچھونا الٹ دیا ، ابوسفیان سخت برہم ہوئے کہ بچھونا اس قدر عزیز ہے ! بولیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرش ہے ، اور آپ مشرک ہیں اور اس بنا پر ناپاک ہیں ، ابوسفیان نے کہا کہ تو میرے پیچھے بہت بگڑ گئی [1]

حدیث پر بہت شدت سے عمل کرتی تھیں ، اور دوسروں کو بھی تاکید کرتی تھیں ، ان کے بھانجے ابوسفیان بن سعید بن المغیرہ آئے اور انھوں نے ستو کھا کر کلی کی تو بولیں تم کو وضو کرنا چاہیے ، کیونکہ جس چیز کو آگ پکا دے اس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے [2] یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے ،

(یہ حکم منسوخ ہے یعنی پہلے تھا ، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی نہیں رکھا ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام آگ پر پکی ہوئی چیزیں کھاتے تھے ، اور اگر پہلے سے وضو ہوتا تو دوبارہ وضو نہیں کرتے تھے ، بلکہ پہلے ہی وضو سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے ، اس قسم کی ایک حدیث حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں آیندہ ملے گی)

ابوسفیانؓ کا انتقال ہوا تو خوشبو منگا کر رخسار اور بازو پر ملی اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ کسی پر تین دن سے زیادہ غم نہ کیا جائے ، البتہ شوہر کے لئے چار مہینہ

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۸۵ بحوالہ ابن سعد [2] مسند ج ۶ ص ۳۲۶

دسؔ دن سوگ کرنا چاہیے[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ سنا تھا کہ جو شخص بارہ رکعت روزانہ نفل پڑھیگا اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا، فرماتی ہیں فما برحت اصلیھن بعد: میں ان کو ہمیشہ پڑھتی ہوں، اس کا یہ اثر ہوا کہ ان کے شاگرد اور بھائی عتبہ اور عتبہ کے شاگرد عمرو ابن ادیس اور عمر کے شاگرد نعمان بن سالم سب اپنے زمانہ میں برابر یہ نمازیں پڑھتے رہے[2]

فطرۃً نیک مزاج تھیں، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میری بہن سے آپ نکاح کر لیجئے، فرمایا "کیا تمھیں یہ پسند ہے؟" بولیں ہاں میں ہی آپ کی تنہا بیوی نہیں ہوں، اس لیے میں یہ پسند کرتی ہوں کہ آپ کے نکاح کی سعادت میں میرے ساتھ میری بہن بھی شریک ہو[3]

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۳ [2] مسند ج ۶ ص ۳۲۶، [3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۴ (باب وامھاتکم اللاتی ارضعنکم ویحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب)

(۱۰)

حضرت میمونہ رض

نام ونسب میمونہ نام، قبیلۂ قریش سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، میمونہ بنت حارث بن حزن ابن بجیر بن ہزم بن رویبہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمۃ بن خصیفہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔ والدہ قبیلۂ حمیر سے تھیں، ان کا نام ونسب حسب ذیل ہے،

ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث بن حماطہ بن جرش،

نکاح پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے نکاح ہوا[۱] لیکن کسی وجہ سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی، پھر ابورہم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں آئیں، ابورہم نے سنہ۷ھ میں وفات پائی تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتساب کی کوشش کی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ سنہ۷ھ میں عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے تھے اسی احرام کی حالت میں حضرت میمونہ رض سے نکاح ہوا[۲] حضرت عباسؓ نکاح کے متولی ہوئے تھے[۳]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ سے فارغ ہو کر جب مدینہ واپس ہوئے تو سرف میں جو مدینہ کے راستہ پر مکہ سے ۱۰ میل ہے[۴]، قیام فرمایا، ابورافع (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام) حضرت میمونہؓ کو لے کر سرف پہنچے اور یہیں رسم عروسی ادا ہوئی۔[۵] یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] زرقانی ص ۲۸۸ ج ۳ [۲] بخاری ص ۶۱۰ ج ۲ [۳] نسائی ص ۲۱۰ [۴] تہذیب ص ۴۵۳ ج ۱۲ [۵] ابن سعد ص ۸۹ ج ۸ ق ۱

کا آخری نکاح تھا[1]، اور حضرت میمونہؓ سب سے آخری بیوی تھیں،

وفات یہ عجیب اتفاق ہے کہ مقام سرف میں ان کا نکاح ہوا تھا اور سرف ہی میں انھوں نے انتقال بھی کیا[2]، حضرت ابن عباسؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر میں اتارا صحاح میں ہے کہ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا "یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو، با ادب آہستہ لے چلو[3]" سالِ وفات کے متعلق اگرچہ اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ انھوں نے ۵۱ھ میں وفات پائی،

فضل وکمال حضرت میمونہؓ سے (۴۶) حدیثیں مروی ہیں جن میں بعض سے ان کی فقہ دانی کا پتہ چلتا ہے،

ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ پراگندہ ہوئے، تو کہا بیٹا! اس کا کیا سبب ہے؟ جواب دیا ام عمار میرے کنگھا کرتی تھیں، اور آج کل ان کے ایام کا زمانہ ہے) بولیں کیا خوب! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری گود میں سر رکھکر لیٹتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے، اور ہم اسی حالت میں ہوتے تھے، اسی طرح ہم چٹائی اٹھاکر مسجد میں رکھ آتے تھے، بیٹا! کہیں یہ ہاتھ میں بھی ہوتا ہے[4]،

حضرت میمونہؓ سے جن بزرگوں نے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں،

حضرت ابن عباسؓ، عبد اللہ بن شداد بن الہاد، عبد الرحمن بن السائب، یزید بن اصم (یہ سب ان کے بھانجے تھے)، عبید اللہ الخولانی (ربیب تھے) ندبہ (کنیز تھیں) عطا بن یسار، سلیمان بن یسار، (غلام تھے) ابراہیم بن عبد اللہ بن معبد بن عباس، کریب (ابن عباسؓ کے غلام) عبیدہ بن سباق عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، عالیہ بنت سبیع،

---

[1] ذیل المذیل طبری ج ۳، ص ۲۴۵۰، [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۱ و مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۳۲
[3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۸، [4] مسند ج ۶ ص ۳۳۱

اخلاق | حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں[1]،

انھا کانت اتقانا للہ واوصلنا للرحم

میمونہؓ خدا سے بہت ڈرتی اور صلہ رحمی کرتی تھین۔

احکام نبوی کی تعمیل ہر وقت پیش نظر رہتی تھی، ایک دفعہ ان کی کنیز بدیہ ابن عباسؓ کے گھر گئی تو دیکھا کہ میان بیوی کے بچھونے دور دور بچھے ہین، خیال ہوا کہ شاید کچھ رنجش ہوگئی ہے، لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ (بیوی کے ایام کے زمانہ مین) اپنا بستر ان سے الگ کر لیتے ہین، اگر حضرت میمونہؓ سے بیان کیا تو بولین، ان سے جاکر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے اس قدر کیون اعراض ہے؟ آپ برابر ہم لوگون کے بچھونون پر آرام فرماتے تھے[2]۔

ایک عورت بیمار پڑی تو اس نے منت مانی تھی کہ شفا ہونے پر بیت المقدس جاکر نماز پڑھے گی، خدا کی شان وہ اچھی ہوگئی، اور سفر کی تیاریان شروع کین، جب رخصت ہونے کے لیے حضرت میمونہؓ کے پاس آئی، تو بولین تم یہین رہو اور مسجد نبوی مین نماز پڑھ لو، کیونکہ یہان نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدون کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے[3]،

حضرت میمونہؓ کو غلام آزاد کرنے کا شوق تھا، ایک لونڈی کو آزاد کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اللہ تم کو اس کا اجر دے[4])

حضرت میمونہؓ کبھی کبھی قرض لیتی تھین، ایک بار زیادہ رقم قرض لی تو کسی نے کہا کہ آپ اسکو کس طرح ادا کرین گی؟ فرمایا "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے، خدا خود اس کا قرض ادا کر دیتا ہے[5]"

۱ے اصابہ ج ۸ ص ۱۹۲ بحوالہ ابن سعد ۲ے مسند ج ۶ ص ۳۳۲ ۳ے ایضاً ص ۳۳۳ ۴ے ایضاً ۳۳۲ ۵ے ایضاً

(۱۱)

حضرت صفیہؓ

نام ونسب | اصلی نام زینب تھا، لیکن چونکہ وہ جنگ خیبر مین خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ مین آئی تھیں، اور عرب مین غنیمت کے ایسے حصہ کو جو امام یا بادشاہ کیلیے مخصوص ہوتا تھا صفیہ کہتے تھے، اس لیے وہ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہوگئیں، یہ زرقانی کی روایت ہے۔

حضرت صفیہؓ کو باپ اور مان دونون کی طرف سے سیادت حاصل ہے، باپ کا نام حیی بن اخطب تھا جو قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا، اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل مین شمار ہوتا تھا، مان جس کا نام ضرہ تھا، سموال رئیس قریظہ کی بیٹی تھی، اور یہ دونون خاندان (قریظہ اور نضیر) بنو اسرائیل کے ان تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے، جنھون نے زمانۂ دراز سے عرب کے شمالی حصون مین سکونت اختیار کرلی تھی،

نکاح | حضرت صفیہؓ کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی، اسلام نے طلاق دی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح مین آئین، جو ابو رافع تاجر حجاز اور رئیس خیبر کا بھتیجا تھا، کنانہ جنگ خیبر مین مقتول ہوا، حضرت صفیہؓ کے باپ اور بھائی بھی کام آئے اور خود بھی گرفتار ہوئین، جب خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے تو دحیہ کلبیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتخاب کرنے کی اجازت دی، انھون نے حضرت صفیہؓ کو منتخب کیا، لیکن ایک صحابی

نے آپ کی خدمت مین آکر عرض کی کہ آپ نے رئیسۂ بنو نضیر و قریظہ کو دحیہ کو دیدیا، وہ تو حضرت آپ کے لیے سزاوار ہے، مقصود یہ تھا کہ رئیسۂ عرب کے ساتھ عام عورتوں کا سا برتاؤ مناسب نہین، چنانچہ حضرت دحیہ کو آپ نے دوسری لونڈی عنایت فرمائی، اور صفیہؓ کو آزاد کرکے نکاح کرلیا[1]، خیبر سے روانہ ہوئے تو مقام صہبا مین رسم عروسی ادا کی[2]، اور جو کچھ سامان لوگون کے پاس تھا اس کو جمع کرکے دعوت ولیمہ فرمائی، وہان سے روانہ ہوئے تو آپ نے ان کو خود اپنے اونٹ پر سوار کرلیا، اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا، یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ وہ ازواج مطہرات مین داخل ہوگئین[3]،

عام حالات | حضرت صفیہؓ کے مشہور واقعات مین حج کا سفر ہے، جو انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا،

حضرت عثمانؓ کے ایام محاصرہ مین جو ۳۵ھ مین ہوا تھا، حضرت صفیہؓ نے انکی بے حد مدد کی تھی، جب حضرت عثمانؓ پر ضروریات زندگی مسدود کردی گئین، اور انکے مکان پر پہرہ بٹھادیا گیا تو وہ خود خچر پر سوار ہوکر ان کے مکان کی طرف چلین، غلام ساتھ تھا، اشتر کی نظر پڑی تو انھون نے آکر خچر کو مارنا شروع کیا، حضرت صفیہؓ نے کہا، مجھ کو ذلیل ہونے کی ضرورت نہین، مین واپس جاتی ہون، تم خچر کو چھوڑدو، گھر واپس آئین، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور کیا، وہ ان کے مکان سے حضرت عثمانؓ کے پاس کھانا اور پانی لیجاتے تھے[4]،

وفات | حضرت صفیہؓ نے رمضان ۵۰ھ مین وفات پائی اور جنۃ البقیع مین دفن

[1] صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ما یذکر فی الفخذ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۴۵ و ۵۴۶ [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۶

[3] طبقات ج ۸ جزء نساء ص ۸۲ [4] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۷ بحوالۂ ابن سعد

ہوئیں، اس وقت ان کی عمر ۶۰ سال کی تھی، ایک لاکھ ترکہ چھوڑا، اور ایک ثلث کے لیے اپنے یہودی بھانجے کے لیے وصیت کرگئیں[1]

حلیہ | کوتاہ قامت اور حسین تھیں[2]

فضل وکمال | حضرت صفیہؓ سے چند حدیثیں مروی ہیں، جن کو حضرت زین العابدینؒ اسحاق بن عبداللہ بن حارث، مسلم بن صفوان، کنانہ اور یزید بن معتب وغیرہ نے روایت کیا ہے،

دیگر ازواج کی طرح حضرت صفیہؓ بھی اپنے زمانہ میں علم کا مرکز تھیں، چنانچہ حضرت صہیرہؓ بنت جیفر حج کرکے حضرت صفیہؓ کے پاس مدینہ آئیں تو کوفہ کی بہت سی عورتیں مسائل دریافت کرنے کی غرض سے بیٹھی ہوئی تھیں، صہیرہؓ کا بھی یہی مقصد تھا، اس لیے انھوں نے کوفہ کی عورتوں سے سوال کرائے، ایک فتویٰ نبیذ کے متعلق تھا حضرت صفیہؓ نے سنا تو بولیں اہل عراق اس مسئلہ کو اکثر پوچھتے ہیں[3]

اخلاق | حضرت صفیہؓ میں بہت سے محاسنِ اخلاق جمع تھے، اسد الغابہ میں ہے[4]،

كانت عاقلة من عقلاء النساء	وہ نہایت عاقلہ تھیں،

زرقانی میں ہے[5]

كانت صفية عاقلة حليمة فاضلة	یعنی صفیہؓ عاقل، فاضل اور حلیم تھیں،

حلم وتحمل ان کے باب فضائل کا نہایت جلی عنوان ہے، غزوۂ خیبر میں جب

---

[1] زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۶ [2] صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۸۵ [3] مسند جلد ۶ ص ۳۳۷
[4] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۴۹۰ [5] زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۶،

وہ اپنی بہن کے ساتھ گرفتار ہو کر آرہی تھین تو ان کی بہن یہودیون کی لاشون کو دیکھ دیکھ کر چیخ اٹھتی تھی، حضرت صفیہؓ اپنے محبوب شوہر کی لاش سے قریب ہو کر گذرین لیکن اب بھی اسی طرح پیکر متانت تھین، اور ان کی جبین تحمل پر کسی قسم کی شکن نہین آئی،

ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے ان کو یہودیہ کہا، ان کو معلوم ہوا تو رونے لگین، حضرت صفیہؓ کے پاس ایک کنیز تھی، جو حضرت عمرؓ سے جا کر ان کی شکایت کیا کرتی تھی، چنانچہ ایک دن کہا کہ ان مین یہودیت کا اثر آج تک باقی ہے، وہ یوم السبت کو اچھا سمجھتی ہین، اور یہودیون کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہین، حضرت عمرؓ نے تصدیق کے لیے ایک شخص کو بھیجا، حضرت صفیہؓ نے جواب دیا کہ یوم السبت کو اچھا سمجھنے کی کوئی ضرورت نہین، اس کے بدلے خدا نے ہم کو جمعہ کا دن عنایت فرمایا ہے، البتہ مین یہود کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہون، وہ میرے خویش و اقارب ہین، اس کے بعد لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تو نے میری شکایت کی تھی؟ بولی "ہان مجھے شیطان نے بہکا دیا تھا" حضرت صفیہؓ خاموش ہو گئین، اور اس لونڈی کو آزاد کر دیا[1]،

حضرت صفیہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب آپ علیل ہوئے تو نہایت حسرت سے بولین "کاش! آپ کی بیماری مجھکو ہو جاتی" ازواج نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سچ کہہ رہی ہین[2]، (یعنی) اس مین تصنع کا شائبہ نہین ہے،

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۷ و زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶ [2] زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶ بحوالہ ابن سعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے ساتھ نہایت محبت تھی، اور ہر موقع پر انکی دلجوئی فرماتے تھے، ایک بار آپ سفر میں تھے، ازواج مطہراتؓ بھی ساتھ تھیں، حضرت صفیہؓ کا اونٹ سوء اتفاق سے بیمار ہوگیا، حضرت زینبؓ کے پاس ضرورت سے زیادہ تھے، آپؐ نے ان سے کہا کہ ایک اونٹ صفیہؓ کو دیدو، انھوں نے کہا کیا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دون؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اسقدر ناراض ہوئے کہ دو تین مہینے تک ان کے پاس نہ گئے[1]، ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے ان کے قد وقامت کی نسبت چند جملے کہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر مین چھوڑ دیجائے تو اس مین مل جائے[2] یعنی سمندر کو بھی گدلا کر سکتی ہے،

ایک بار آپؐ حضرت صفیہؓ کے پاس تشریف لے گئے، دیکھا کہ رو رہی ہین، آپ نے رونے کی وجہ پوچھی، انھون نے کہا کہ "عائشہؓ اور حفصہؓ کہتی ہین کہ ہم تمام ازواج سے افضل ہین، ہم آپؐ کی زوجہ ہونے کے علاوہ آپ کی چچازاد بہنیں بھی ہین، آپؐ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہ کہدیا کہ "ہارونؑ میرے باپ، موسیٰؑ میرے چچا، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر ہیں، اس لیے تم لوگ کیونکر مجھ سے افضل ہوسکتی ہو[3]"

سفر حج مین حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیٹھ گیا تھا، اور وہ سب سے پیچھے رہ گئی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُدھر سے گذرے تو دیکھا کہ زار و قطار رو رہی ہین، آپ نے رداء اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے، آپ آنسو پونچھتے جاتے تھے، اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھین،[4]

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۷ بحوالہ ابن سعد، زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶، [2] ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹۳، [3] صحیح ترمذی ص ۶۳۸ باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، [4] زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶ ۔

حضرت صفیہؓ سیر چشم اور فیاض واقع ہوئی تھین، چنانچہ جب وہ ام المومنین بن کر مدینہ مین آئین تو حضرت فاطمہؓ اور ازواج مطہراتؓ کو اپنے سونے کی بجلیان تقسیم کین،[1]

کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھین، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفۃً بھیجا کرتی تھین، حضرت عائشہؓ کے گھر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، انھون نے پیالہ مین جو کھانا بھیجا تھا، اس کا ذکر بخاری اور نسائی وغیرہ مین آیا ہے،

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۹۷

(۱۲)

(۱) حضرت زینبؓ

نام و نسب | آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں، بعثت سے دس برس پہلے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۰ سال کی تھی، پیدا ہوئیں،

نکاح | ابو العاص بن ربیع لقیط سے جو حضرت زینبؓ کے خالہ زاد بھائی تھے نکاح ہوا،

عام حالات | نبوت کے تیرہویں سال جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو اہل و عیال مکہ مین رہ گئے تھے، حضرت زینبؓ بھی اپنی سسرال میں تھیں، غزوۂ بدر میں ابو العاص کفار کی طرف سے شریک ہوئے تھے، عبد اللہ بن جبیرؓ انصاری نے ان کو گرفتار کیا، اور اس شرط پر رہا کیے گئے کہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو بھیجدیں گے[1]

ابو العاص نے مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کیا، چونکہ کفار کے تعرض کا خوف تھا، کنانہ نے ہتھیار ساتھ لے لیے تھے مقام ذی طوی میں پہنچے تو قریش کے چند آدمیون نے تعاقب کیا، ہبار بن اسود

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۲۰.

نے حضرت زینبؓ کو نیزہ سے زمین پر گرا دیا، وہ حاملہ تھیں، حمل ساقط ہو گیا، کنانہ نے ترکش سے تیر نکالے اور کہا کہ "اب اگر کوئی قریب آیا تو ان تیروں کا نشانہ ہوگا" لوگ ہٹ گئے تو ابو سفیان سرداران قریش کے ساتھ آیا، اور کہا "تیر روک لو، ہم کو کچھ گفتگو کرنی ہے" [illegible] تیر ترکش میں ڈال دیے، ابو سفیان نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ سے جو مصیبتیں پہنچی ہیں تم کو معلوم ہیں، اب اگر تم علانیہ ان کی لڑکی کو ہمارے قبضہ سے نکال لے گئے تو لوگ کہیں گے کہ ہماری کمزوری ہے، ہم کو زینبؓ کے روکنے کی ضرورت نہیں، جب شور و ہنگامہ کم ہو جائے اس وقت چھپے چوری لے جانا" کنانہ نے یہ رائے تسلیم کی اور حضرت زینبؓ کو لے کر مکہ واپس آئے، چند روز کے بعد ان کو رات کے وقت لے کر روانہ ہوئے، زیدؓ بن حارثہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے بھیج دیا تھا، وہ بطن یاجج میں تھے، کنانہ نے زینبؓ کو ان کے حوالہ کیا، وہ ان کو لیکر روانہ ہو گئے[1]

حضرت زینبؓ مدینہ میں آئیں، اور اپنے شوہر ابو العاص کو حالت شرک میں چھوڑا، جمادی الاول ۶ھ میں ابو العاص، قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ۱۷۰ سواروں کے ساتھ بھیجا، مقام عیص میں قافلہ ملا، کچھ لوگ گرفتار کیے گئے اور مال و اسباب لوٹ میں آیا، ان میں ابو العاص بھی تھے، ابو العاص آئے تو حضرت زینبؓ [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مال بھی واپس کرا دیا، ابو العاص نے مکہ جا کر لوگوں کی امانتیں حوالہ کیں، اور اسلام

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۲۳

لائے، اسلام لانے کے بعد ہجرت کرکے مدینہ مین آئے، حضرت زینبؓ نے ان کو حالت شرک مین چھوڑا تھا، اس لیے دونون مین باہم تفریق ہوگئی تھی، وہ مدینہ آئے، تو حضرت زینبؓ دوبارہ ان کے نکاح مین آئین، ترمذی وغیرہ مین حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کوئی جدید نکاح نہین ہوا، لیکن دوسری روایت مین تجدید نکاح کی تصریح ہے، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت کو اگرچہ اسناد کے لحاظ سے دوسری روایت پر ترجیح ہے، لیکن فقہا نے دوسری صورت پر عمل کیا ہے، اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت کی یہ تاویل کی ہے کہ نکاح جدید کے مہر اور شرائط وغیرہ مین کسی قسم کا تغیر نہ ہوا ہوگا، اسی لیے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اس کو نکاح اول سے تعبیر کیا ورنہ بعد تفریق نکاح ثانی ضروری ہے،

ابو العاصؓ نے حضرت زینبؓ کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شریفانہ تعلقات کی تعریف کی،[1]

وفات | نکاح جدید کے بعد حضرت زینبؓ بہت کم زندہ رہین، اور ۸ھ مین انھون نے انتقال کیا، حضرت ام ایمنؓ، حضرت سودہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور ام عطیہؓ نے غسل دیا جس کا طریقہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی، خود قبر مین اترے اور اپنے نور دیدہ کو خاک کے سپرد کیا، اس وقت چہرۂ مبارک پر حزن و ملال کے آثار نمایان تھے،[2]

اولاد | حضرت زینبؓ نے دو اولاد چھوڑی، علی اور امامہؓ، علی کی نسبت ایک روایت ہے کہ

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۱ [2] طبقات ج ۸ ص ۲۴ و صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۷ و صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۴ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۸

بچپن میں وفات پائی لیکن عام روایت یہ ہے کہ سن رشد کو پہنچے، ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یرموک کے معرکہ میں شہادت پائی، فتح مکہ میں یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے، امامہؓ عرصہ تک زندہ رہیں، ان کا حال آگے آئے گا،

اخلاق وعادات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے شوہر سے بہت محبت کرتی تھیں حضرت انسؓ نے ان کو ریشمی چادر اوڑھے دیکھا تھا جس پر زرد دھاریاں پڑی ہوئی تھیں[1]،

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۲۲

---

(۱۳)

(۲) حضرت رقیہؓ

نام و نسب مشہور روایت کے مطابق یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہین جو ۳۳ سنہ قبل نبوت مین پیدا ہوئین،

نکاح پہلے ابولہب کے بیٹے (عتبہ) سے شادی ہوئی، یہ قبل نبوت کا واقعہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی ام کلثومؓ کی شادی ابولہب کے دوسرے لڑکے عتیبہ سے ہوئی تھی،

اسلام جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور آپ نے دعوت اسلام کا اظہار فرمایا تو ابولہب نے بیٹوں کو جمع کرکے کہا اگر تم محمد کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمہارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے[1]، دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کردی،

عام حالات نبوت کے پانچوین سال حضرت عثمانؓ نے حبش کی طرف ہجرت کی، حضرت رقیہؓ بھی ساتھ گئین، جب واپس آئین تو مکہ کی سرزمین پہلے سے زیادہ خونخوار تھی، چنانچہ دوبارہ ہجرت کی، مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا، ایک عورت نے آکر خبر دی کہ مین نے ان دونون کو دیکھا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اور فرمایا کہ ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد عثمانؓ پہلے شخص ہین جنھون نے بی بی کو لیکر ہجرت کی ہے[2]،

اس مرتبہ حبش مین زیادہ عرصہ تک مقیم رہین جب یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کیطرف ہجرت کرنے والے ہین تو چند بزرگ جنمین حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ بھی تھین مکہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی جہان انھون نے حضرت حسانؓ کے بھائی اوس بن ثابتؓ کے گھر مین قیام کیا

[1] طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۴
[2] اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۵۶

وفات | سنہ ۲ھ میں جو غزوۂ بدر کا سال تھا حضرت رقیہؓ کے دانے نکلے اور نہایت سخت تکلیف ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں بدر کی تیاریاں کر رہے تھے، غزوہ کو روانہ ہوئے تو حضرت عثمانؓ کو تیمارداری کیلیے چھوڑ دیا[1]، عین اسی دن جس دن زیدؓ بن حارثہ نے مدینہ میں آکر فتح کا مژدہ سنایا حضرت رقیہؓ نے وفات پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کی وجہ سے انکے جنازہ میں شریک نہ ہوسکے لیکن جب واپس آئے اور اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو نہایت رنجیدہ ہوکر قبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا "عثمانؓ بن مظعون پہلے جاچکے اب تم بھی انکے پاس چلی جاؤ" اس فقرہ نے عورتوں میں کہرام برپا کردیا حضرت عمرؓ کوڑا لیکر مارنے کے لیے اٹھے، آپ نے ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا "رونے میں کچھ ہرج نہیں لیکن نوحہ دین شیطانی حرکت ہے، اس سے قطعاً بچنا چاہیے" سیدۂ عالم حضرت فاطمہؓ بھی بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئیں، وہ قبر کے پاس بیٹھکر روتی جاتی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے سے انکے آنسو پونچھتے جاتے تھے،

اولاد | حبش کے زمانۂ قیام میں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام عبداللہ تھا حضرت عثمانؓ کی کنیت ابوعبداللہ اسی کے نام پر تھی، چھ سال تک زندہ رہا، ایک مرتبہ ایک مرغ نے اس کے چہرہ پر چونچ ماری اور جاں بحق تسلیم ہوگیا، یہ جمادی الاول سنہ ۴ھ کا واقعہ ہے، عبداللہ کے بعد حضرت رقیہؓ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی،

حلیہ | حضرت رقیہؓ خوبرو اور موزون اندام تھیں، زرقانی میں ہے،[2]

كانت بارعة الجمال   وہ نہایت جمیل تھیں،

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۴۴۲   [2] دیکھو استیعاب ج ۲ ص ۷۴۷، طبقات ج ۸ ص ۲۴ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۵۶ و ۴۵۷ و زرقانی ج ۳ ص ۲۲۶

(۱۵)

حضرت فاطمہؓ

نام ونسب | فاطمہؓ نام، زہرا لقب تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیون مین سب سے کم سن تھین، سنہ ولادت مین اختلاف ہے، ایک روایت ہے کہ ۱ سنہ بعثت مین پیدا ہوئین، ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ ابراہیم کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد قبلِ نبوت پیدا ہوئی، آپ کی بعثت چالیس سال کی عمر مین ہوئی تھی، اس بنا پر بعضون نے دونون روایتون مین یہ تطبیق دی ہے کہ ۱ سنہ بعثت کے آغاز مین حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئی ہون گی، اور چونکہ دونون کی مدت مین بہت کم فاصلہ ہے، اس لیے یہ اختلافِ روایت ہوگیا ہوگا، ابن جوزی نے لکھا ہے کہ بعثت سے پانچ برس پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر جب ہورہی تھی، پیدا ہوئین، بعض روایتون مین ہے کہ نبوت سے تقریباً ایک سال پیشتر پیدا ہوئین،

نکاح | حضرت فاطمہؓ جب مشہور روایت کے مطابق ۱۸ سال اور اگر ۱ سنہ بعثت کو ان کا سالِ ولادت تسلیم کیا جائے تو پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینے کی ہوئین تو ذیحجہ ۲ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے ساتھ ان کا نکاح کردیا، ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ جو خدا کا حکم ہوگا، پھر حضرت عمرؓ نے جرأت کی، ان کو بھی

آپ نے کچھ جواب نہیں دیا، بلکہ وہی الفاظ فرمائے لیکن بظاہر یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی، حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ابن سعد کی اکثر روایتیں حضرت فاطمہؓ کے حال میں روایت کی ہیں لیکن اس کو نظر انداز کر دیا ہے،

بہرحال حضرت علیؓ نے جب درخواست کی تو آپ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی دریافت کی، وہ چپ رہیں، یہ ایک طرح کا اظہار رضا تھا، آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تمھارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا ہے؟ بولے کچھ نہیں، آپ نے فرمایا "اور وہ حطمیہ زرہ کیا ہوئی"؟ (جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی) عرض کی وہ تو موجود ہے. آپ نے فرمایا بس وہ کافی ہے، حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ اس کو ۴۸۰ درہم پر فروخت کیا، اور قیمت لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دی، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ بازار سے خوشبو لائیں،

زرہ کے سوا اور جو کچھ حضرت علیؓ کا سرمایہ تھا وہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر تھی، حضرت علیؓ نے یہ سب سرمایہ حضرت فاطمہ زہراؓ کے نذر کیا، حضرت علیؓ ابتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس رہتے تھے، شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر لیں، حارثہ بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے، جن میں وہ کئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر کر چکے تھے، حضرت فاطمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان ہی سے کوئی مکان دلوا دیجئے، آپ نے فرمایا کہ کہاں تک، اب ان سے کہتے شرم آتی ہے. حارثہؓ نے سنا تو دوڑے آئے کہ حضور میں اور میرے پاس جو کچھ ہے، سب آپ کا ہے، خدا کی قسم میرا جو مکان آپ لے لیتے ہیں مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہ جائے. غرض انھوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا، حضرت فاطمہؓ اسمیں اٹھ گئیں

شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدۂ عالم کو جو جہیز دیا وہ بان کی چارپائی،
چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، دو مٹی کے
گھڑے، ایک مشک اور دو چکیاں، اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہی دو چیزیں عمر بھر
ان کی رفیق رہیں۔[1]

حضرت فاطمہؓ جب نئے گھر میں چلی گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس
تشریف لے گئے، دروازہ پر کھڑے ہو کر اذن مانگا، پھر اندر آئے۔ ایک برتن میں پانی
منگوایا، دونوں ہاتھ اس میں ڈالے، اور حضرت علیؓ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا،
پھر حضرت فاطمہؓ کو بلایا، وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں، ان پر بھی پانی چھڑکا، اور فرمایا کہ میں نے
اپنے خاندان میں بہترین شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔[1]

داغ بے پدری

حضرت فاطمہؓ کی عمر مشہور روایت کے مطابق ۲۹ سال کی تھی کہ جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی۔ حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین
اولاد تھیں، اور اب صرف وہی باقی رہ گئی تھیں، اس لیے ان کو صدمہ بھی اوروں سے زیادہ
ہوا، وفات سے پیشتر ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا، تشریف لائیں،
تو ان سے کچھ کان میں باتیں کیں، وہ رونے لگیں، پھر بلا کر کچھ کان میں کہا تو ہنس پڑیں،
حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا، تو کہا "پہلی دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال
کروں گا، جب میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے
آکر ملوگی، تو ہنسنے لگی۔"[2]

---

[1] یہ تمام تفصیل [illegible] طبقات ابن سعد ج ۸ و زرقانی [illegible] سے ماخوذ ہے۔

[2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳۸۔

تندرستی ہوگئی تھین[1])

وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کو ۶ ماہ گذرے تھے کہ رمضان سنہ ۱۱ھ مین حضرت فاطمہؓ نے وفات پائی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کہ "میرے خاندان مین سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملوگی" پوری ہوئی، یہ منگل کا دن اور رمضان کی تیسری تاریخ تھی، اسوقت ان کا سن ۲۹ سال کا تھا، لیکن اگر دوسری روایتون کا لحاظ کیا جائے تو اس سے مختلف ثابت ہوگا، چنانچہ ایک روایت مین ۲۴ سال، ایک مین ۲۵ سال اور ایک مین ۳۰ سال مذکور ہے، زرقانی نے لکھا ہے کہ پہلی روایت (۲۹ سال) زیادہ صحیح ہے، اگر ۴۱ھ (محمدی) کو سال ولادت قرار دیا جائے تو اس وقت ان کا یہ سن نہین ہوسکتا تھا، البتہ اگر ۲۴ سال کی عمر تسلیم کی جائے تو اس سنہ کو سال ولادت قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اگر یہ روایت صحیح مان لیجائے کہ پانچ برس قبل نبوت مین پیدا ہوئین تو اس وقت ان کا سن ۲۹ سال کا ہوسکتا ہے،

حضرت فاطمہؓ کی تجہیز و تکفین مین خاص جدت کی گئی، عورتون کے جنازہ پر جو آجکل پردہ لگانے کا دستور ہے، اس کی ابتدا ان ہی سے ہوئی، اس سے پیشتر عورت اور مرد سب کا جنازہ کھلا ہوا جاتا تھا، چونکہ حضرت فاطمہؓ کے مزاج مین انتہا کی حیا و شرم تھی، اس لیے انھون نے حضرت اسما بنت عمیسؓ سے کہا کہ کھلے جنازہ مین عورتون کی بے پردگی ہوتی ہے جسکو مین ناپسند کرتی ہون، اسماؓ نے کہا جگر گوشۂ رسول! مین نے حبش مین ایک طریقہ دیکھا ہے آپ کہین تو اس کو پیش کرون، یہ کہکر خرمے کی چند شاخین منگوائین، اور ان پر کپڑا تانا جس سے پردہ کی صورت پیدا ہوگئی، حضرت فاطمہؓ بے حد مسرور ہوئین کہ یہ بہترین طریقہ

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۷)

ہے، حضرت فاطمہؓ کے بعد حضرت زینبؓ کا جنازہ بھی اسی طریقہ سے اٹھایا گیا۔[۱]

حضرت فاطمہؓ کی قبر کے متعلق بھی سخت اختلاف ہے، بعضون کا خیال ہے کہ وہ بقیع مین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس مدفون ہوئین، ابن زبالہ نے یہی لکھا ہے، اور مورخ مسعودی نے بھی اسی قسم کی تصریح کی ہے، مورخ موصوف نے ۳۳۲ھ مین بقیع کی ایک قبر پر ایک کتبہ دیکھا تھا، جس مین لکھا تھا کہ "یہ فاطمہ زہراؓ کی قبر ہے"[۲] لیکن طبقات کی متعدد روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دار عقیل کے ایک گوشہ مین مدفون ہوئین[۳]

ایک روایت یہ ہے کہ وہ خاص اپنے مکان مین دفن کی گئین، اس پر ابن شبہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر بردہ دار جنازہ کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن طبقات کی ایک روایت سے اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ سلمی کے گھر مین بیمار ہوئی تھین، وہین انتقال کیا، اور وہین ان کو غسل دیا گیا، پھر حضرت علیؓ جنازہ اٹھا کر باہر لائے اور دفن کیا۔[۴] آج حضرت فاطمہؓ کی قبر متفقہ طور پر دار عقیل ہی مین سمجھی جاتی ہے، چنانچہ محمد لبیب بک تبنونی نے جو ۱۳۲۷ھ مین خدیو مصر کے سفر حجاز مین ہمرکاب تھے، اپنے سفرنامہ مین اس کی تصریح کی ہے۔[۵]

اولاد حضرت فاطمہؓ کے پانچ اولادین ہوئین، حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ، ام کلثومؓ، زینبؓ، محسنؓ نے بچپن ہی مین انتقال کیا، حضرت زینبؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور ام کلثومؓ اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ مین مشہور ہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب سے نہایت محبت تھی، اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ بھی ان کو بہت محبوب رکھتے تھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیون مین صرف حضرت فاطمہؓ کو

---

۱ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۴ ۲ خلاصۃ الوفا ص ۳ طبقات ج ۸ ص [illegible]

حاصل ہے کہ ان سے آپ کی نسل باقی رہی۔

حلیہ | حضرت فاطمہ زہرا کا حلیہ مبارک جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا جلتا تھا، حضرت عائشہ کا قول ہے کہ فاطمہ کی گفتگو، لب ولہجہ اور نشست وبرخاست کا طریقہ بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سا تھا، اور رفتار بھی بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تھی۔

فضل وکمال | حضرت فاطمہ سے کتب حدیث میں [illegible] حدیثیں منقول ہیں، جن کو بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ نے ان سے روایت کیا ہے، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عائشہ، حضرت ام کلثوم، حضرت سلمیٰ ام رافع اور حضرت انس بن مالک ان سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

تفقہ پر واقعات ذیل شاہد ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی غزوہ [illegible] تو حضرت فاطمہ نے قربانی کا گوشت پیش کیا، ان کو عذر ہوا، حضرت فاطمہ [illegible] اس کے کھانے [illegible] حرج نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت [illegible]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان [illegible] تناول فرما رہے تھے کہ نماز کا وقت آگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] چونکہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھا [illegible] ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے حضرت فاطمہ نے دامن پکڑ کر وضو کر لینے [illegible] ضرورت نہیں [illegible] کھانے سے آگ کی پکی ہوئی [illegible]

۱؎ صحیح ترمذی ص ۶۳۶ ۲؎ صحیح بخاری ج ۲ [illegible] مسند [illegible] ص ۲۸۲ ۳؎ ایضاً [illegible]

فضل وکمال | حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں[1]، آپ نے ارشاد فرمایا ہے،

فاطمة بضعة منی فمن اغضبها فقد اغضبنی[2]	فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جو اسکو ناراض کرے گا، مجھکو ناراض کرے گا،

ابوجہل کی لڑکی کو حضرت علیؓ نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا، بارگاہ نبوت میں اطلاع ہوئی تو حضورؐ منبر پر چڑھے اور حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا،

ان بنی هشام بن المغيرة استاذنونی فی ان ينكحوا ابنتهم علی بن ابی طالب فلا آذن ثم لا آذن ثم لا آذن الا ان يريد ابن ابی طالب ان يطلق ابنتی وينكح ابنتهم فانما هی بضعة منی يريبنی ما رابها ويوذينی ما آذاها	آل ہشام علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتی ہے، اور مجھ سے اجازت مانگتی ہے لیکن میں اجازت نہ دونگا، اور کبھی نہ دونگا، البتہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دیکر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں، فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے، جس نے اسکو اذیت دی مجھکو اذیت دی

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸۷)

ان فاطمة منی وانا اتخوف ان تفتن فی دينها ثم ذكر صهرا له من بنی عبد شمس فاثنی عليه فی مصاهرته اياه قال حدثنی	(اسکے بعد ابو العاص بن ربیع کا جو آپ کے داماد تھے، ذکر فرمایا کہ) اس نے مجھ سے جو بات کی اسکو سچ کر کے دکھلایا اور جو وعدہ کیا وفا کیا، اور میں حلال کو

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۵۷، [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۲

فصدقنی وعدنی فوفی لی وانی	حرام اور حرام کو حلال کرنے نہیں کھڑا
لست احرم حلالا ولا احل حراما	ہوا لیکن خدا کی قسم! ایک پیغمبر اور ایک
ولکن واللہ لا تجتمع بنت رسول اللہ	دشمن خدا کی بیٹیاں ایک ساتھ جمع
وبنت عدو اللہ ابدا (صحیح بخاری ج ۱)	نہیں ہو سکتیں،

اس کا یہ اثر ہوا کہ جناب سیدہؓ کی حیات تک حضرت علیؓ نے دوسری شادی نہیں کی، حضرت فاطمہؓ رضی اللہ عنہا کا شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چند مقدس خواتین میں فرمایا ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ قرار پائی ہیں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

کفاک من نساء العالمین مریم بنت	تمہاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی
عمران وخدیجۃ بنت خویلد	عورتوں میں مریمؑ، خدیجہؓ، فاطمہؓ
وفاطمۃ بنت محمد وآسیۃ امرأۃ	اور آسیہؑ کافی ہیں ....
فرعون (ترمذی کتاب المناقب)	....

زہد و ورع کی یہ کیفیت تھی کہ گو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں، اور اسلام میں رہبانیت کا قلع قمع بھی کر دیا گیا تھا، اور فتوحات کی کثرت مدینہ میں مال و زر کے خزانے لٹا رہی تھی لیکن جانتے ہو کہ اس میں جگر گوشۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کتنا حصہ تھا؟ اس کا جواب سننے سے پہلے آنکھوں کو اشکبار ہو جانا چاہیے،

سیدۂ عالمؓ کی خانگی زندگی یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ پڑ گئے تھے مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر گھٹے پڑ گئے تھے، گھر میں جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہو جاتے تھے، چولھے کے پاس بیٹھتے بیٹھتے کپڑے دھوئیں سے سیاہ ہو جاتے تھے لیکن باایں ہمہ جب انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار گھر کے کاروبار کے لیے ایک لونڈی مانگی،

اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو ارشاد ہوا کہ جان پدر! بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں۔

ایک دفعہ آپ حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے. دیکھا کہ انھون نے ناداری سے اس قدر چھوٹا دوپٹہ اوڑھا ہے کہ سر ڈھانکتی ہین تو پاؤن کھل جاتے ہین اور پاؤن چھپاتی ہین تو سر برہنہ رہ جاتا ہے، شعر

یون کی ہے اہل بیت مطہرؓ نے زندگی ۔۔۔ یہ ماجرائے دختر خیر الانامؐ تھا (شبلی)

صرف یہی نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کو آرایش یا زیب وزینت کی کوئی چیز نہین دیتے تھے، بلکہ اس قسم کی جو چیزین ان کو دوسرے ذرائع سے ملتی تھین، ان کو بھی ناپسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ان کو سونے کا ہار دیا، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا "کیون فاطمہؓ! کیا لوگون سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لڑکی آگ کا ہار پہنتی ہے" حضرت فاطمہؓ نے اس کو فوراً بیچ کر اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا،

ایک دفعہ آپ کسی غزوہ سے تشریف لائے، حضرت فاطمہؓ نے بطور خیر مقدم کے گھر کے دروازے پر پردے لگائے، اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے کنگن پہنائے، آپ حسب معمول حضرت فاطمہؓ کے یہان آئے تو اس دنیوی ساز وسامان کو دیکھکر واپس گئے حضرت فاطمہؓ کو آپ کی ناپسندیدگی کا حال معلوم ہوا، تو پردہ چاک کر دیا اور بچون کے ہاتھ سے کنگن نکال ڈالے، بچے آپ کی خدمت مین روتے ہوئے آئے، آپ نے فرمایا "یہ میرے اہل بیت ہین، مین یہ نہین چاہتا کہ وہ ان زخارف سے آلودہ ہون" اس کے بدلے فاطمہؓ کے لیے ایک عصیب کا ہار اور ہاتھی دانت کے کنگن خرید لا دو[1]

[1] یہ تمام واقعات ابوداؤد اور نسائی مین مذکور ہین۔

ابوداؤد

صدق و راستی مین بھی ان کا کوئی حریف نہ تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین[1]،

مارأیت احدا کان اصدق	مین نے فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو صاف گو
لهجة من فاطمة الا ان یکون	نہین دیکھا، البتہ ان کے والد صلی اللہ
الذی ولدها صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہین،

حد درجہ حیادار تھین، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلب فرمایا تو وہ شرم سے لڑکھڑاتی ہوئی آئین، اپنے جنازہ پر پردہ کرنے کی جو وصیت کی تھی وہ بھی اسی بنا پر تھی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت کرتی تھین، جب وہ خورد سال تھین اور آپ مکہ معظمہ مین مقیم تھے، تو عقبہ بن ابی معیط نے نماز پڑھنے کی حالت مین ایک مرتبہ آپ کی گردن پر اونٹ کی اوجھ لاکر ڈال دی، قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے، کسی نے جاکر حضرت فاطمہؓ کو خبر کی، وہ اگرچہ اس وقت صرف ۵-۶ برس کی تھین، لیکن جوش محبت سے دوڑی آئین، اور اوجھ ہٹاکر عقبہ کو برا بھلا کہا، اور بد دعائین دین[2]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے نہایت محبت کرتے تھے، معمول تھا کہ جب کبھی سفر فرماتے تو سب سے آخر مین حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے اور سفر سے واپس تشریف لاتے تو جو شخص سب سے پہلے باریاب خدمت ہوتا وہ بھی حضرت فاطمہؓ ہی ہوتین حضرت فاطمہؓ جب آپ کی خدمت مین تشریف لاتین تو آپ کھڑے ہوجاتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے،

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۷۷۲، [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸ و ۷۴،

آپ ہمیشہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے تعلقات مین خوشگواری پیدا کرنے کی کوشش فرماتے تھے، چنانچہ جب حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ مین کبھی کبھی خانگی معاملات کے متعلق رنجش ہوجاتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونون مین صلح کرا دیتے تھے، ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا، آپ گھر مین تشریف لے گئے، اور صفائی کرادی، گھر سے مسرور نکلے، لوگون نے پوچھا، آپ گھر مین گئے تھے تو اور حالت تھی، اب آپ اس قدر خوش کیون ہین؟ فرمایا مین نے ان دو شخصون مین مصالحت کرادی ہے جو مجھ کو محبوب ترین،

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے ان پر کچھ سختی کی، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر چلین، پیچھے پیچھے حضرت علیؓ بھی آئے، حضرت فاطمہؓ نے شکایت کی، آپ نے فرمایا "بیٹی! تم کو خود سمجھنا چاہیے کہ کون شوہر اپنی بی بی کے پاس خاموش چلا آتا ہے، حضرت علیؓ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انھون نے حضرت فاطمہؓ سے کہا "اب مین تمھارے خلاف مزاج کوئی بات نہ کرون گا"

---

(۱۶)

حضرت اُمامہ رضؓ

نام ونسب ابو العاصؓ بن ربیع کی صاحبزادی ہیں، جو زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے پیدا ہوئیں، آبائی شجرۂ نسب یہ ہے، امامہؓ بنت ابو العاصؓ بن ربیع بن عبد العزیٰ ابن عبد شمس بن عبد مناف۔

عام حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امامہؓ سے نہایت محبت تھی، آپ ان کو اوقاتِ نماز میں بھی جدا نہیں کرتے تھے، صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ مسجد میں امامہؓ کو کندھے پر چڑھائے ہوئے تشریف لائے اور اسی حالت میں نماز پڑھائی، جب رکوع میں جاتے تو ان کو اتار دیتے، پھر جب کھڑے ہوتے تو چڑھا لیتے۔ اسی طرح پوری نماز ادا فرمائی[1]، اللہ اکبر!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ کسی نے کچھ چیزیں ہدیے میں بھیجیں، جن میں ایک زریں ہار بھی تھا، امامہ ایک گوشہ میں کھیل رہی تھیں، آپنے فرمایا میں اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا، ازواج نے سمجھا کہ یہ شرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہوگا، لیکن آپنے امامہؓ کو بلا کر وہ ہار خود ان کے گلے میں ڈال دیا، بعض روایتوں میں ہار کے بجائے انگوٹھی کا ذکر ہے[2]۔ اور اس میں ہدیہ بھیجنے والے کا نام بھی آگیا ہے، یعنی نجاشی[3]۔

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۴، و (زرقانی ج ۳ ص ۲۵۵) [2] زرقانی ج ۳ ص ۲۲۵ بروایت مسند ابن حنبل [3] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷

نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سن شعور کو پہنچ چکی تھین، اس لیے جب حضرت فاطمہؓ نے انتقال فرمایا تو حضرت علیؓ نے امامہؓ سے نکاح کر لیا، ابو العاصؓ نے حضرت زبیرؓ ابن عوام کو جو عشرہ مبشرہ مین داخل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھیرے بھائی تھے، امامہؓ کے نکاح کی وصیت کی تھی، چنانچہ یہ تقریب ان ہی کی مرضی سے انجام پائی، اور نکاح بھی خود ان ہی نے پڑھایا، یہ سنہ ۱۱ھ کا واقعہ ہے،

سنہ ۴۰ھ مین جب حضرت علیؓ نے شہادت پائی تو مغیرہ بن نوفل (عبد المطلب کے پرپوتے) کو وصیت کر گئے کہ امامہؓ سے نکاح کر لیں، چنانچہ مغیرہ نے تعمیل کی، اس کے قبل امیر معاویہؓ کا پیغام پہنچا تھا، اور انھون نے مروان کو لکھا تھا کہ ایک ہزار دینار (۵ ہزار روپے) اس تقریب مین خرچ کیے جائیں، لیکن امامہؓ نے مغیرہ کو اطلاع دی تو انھون نے خود حضرت حسنؓ کی اجازت سے نکاح پڑھا لیا،[1]

وفات حضرت امامہؓ نے مغیرہ کے ہاں وفات پائی،[2]

اولاد مغیرہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا، لیکن بعض روایتون مین ہے کہ امامہؓ کے کوئی اولاد نہین ہوئی،

۱؎ طبقات ج ۸ ص ۲۶ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۰۰ و استیعاب ج ۲ ص ۷۲۰، ۲؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۴

(۱۷)

حضرت صفیہؓ

نام و نسب صفیہ نام، عبد المطلب جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھین، مان کا نام ہالہ بنت وہب تھا، جو حضرت آمنہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ) کی ہمشیر ہین، اس بناپر حضرت صفیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہونے کے ساتھ آپ کی خالہ زاد بہن بھی تھین، حضرت حمزہؓ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہالہ سے پیدا ہوئے تھے، اس لیے وہ اور حضرت صفیہؓ حقیقی بھائی بہن تھے،

نکاح ابوسفیان بن حرب کے بھائی حارث سے شادی ہوئی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہؓ کے بھائی عوام بن خویلد سے نکاح ہوا جس سے حضرت زبیرؓ پیدا ہوئے،

اسلام ۶۰ برس کی عمر ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پھوپھیون مین یہ شرف صرف حضرت صفیہؓ کو حاصل ہے کہ انھون نے اسلام قبول کیا، اسد الغابہ مین ہے والصحیح انہ لم یسلم غیرھا[1] یعنی صحیح یہ ہے کہ ان کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی پھوپھی ایمان نہین لائین،

عام حالات حضرت زبیرؓ کے ساتھ ہجرت کی، غزوۂ احد مین جب مسلمانون نے شکست

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲

ہوئی تو وہ مدینہ سے نکلین، انصار سے عتاب آمیز لہجہ مین کہتی تھین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چل دیے[1]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو حضرت زبیرؓ کو بلا کر ارشاد کیا کہ حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے پائین، حضرت زبیرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا، بولیں کہ مین اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہون لیکن خدا کی راہ مین یہ کوئی بڑی قربانی نہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی، لاش پر گئین، خون کا جوش تھا، اور عزیز بھائی کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہوئے تھے، لیکن انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر چپ ہو گئین[2]، اور مغفرت کی دعا مانگی، واقعہ چونکہ نہایت دردانگیز تھا، اس لیے ایک مرثیہ کہا جس کے ایک شعر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح مخاطب کرتی ہین[3]،

ان یوما اتی علیک لیوم   کورت شمسہ وکان مضیاء

آج آپ پر وہ دن آیا ہے جس مین آفتاب سیاہ ہو گیا ہے، حالانکہ پہلے وہ روشن تھا،

غزوۂ احد کی طرح غزوۂ خندق مین بھی انھون نے نہایت ہمت اور استقلال کا ثبوت دیا، انصار کے قلعون مین فارع نامی ایک مستحکم قلعہ تھا، اور حضرت حسانؓ کا تھا، یہ قلعہ یہود بنو قریظہ کی آبادی سے متصل تھا، مستورات اسی مین تھین، اور ان کی حفاظت کے لیے حضرت حسانؓ (شاعر) متعین کر دیے گئے تھے، یہود نے یہ دیکھ کر کہ تمام جمعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، قلعہ پر حملہ کر دیا، ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا، اور قلعہ پر حملہ کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا، حضرت صفیہؓ نے دیکھ کر حسانؓ سے کہا کہ اتر کر قتل کر دو ورنہ یہ جا کر دشمنون کو پتہ دیگا، حضرت حسانؓ کو ایک عارضہ ہو گیا تھا جس نے ان مین اسقدر جبن پیدا کر دیا تھا کہ وہ لڑائی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہین دیکھ سکتے تھے، اس بنا پر اپنی معذوری ظاہر کی، اور کہا کہ مین اس کام کا ہوتا تو یہان

[1] طبقات ج ۸ ص ۲۶ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲ و اصابہ ج ۸ ص ۱۲۸ [3] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۵

کیوں ہوتا؟ حضرت صفیہؓ نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑ لی اور اتر کر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ سر پھٹ گیا، حضرت صفیہؓ چلی آئیں، اور حسانؓ سے کہا کہ ہتھیار اور کپڑے چھین لاؤ، حسانؓ نے کہا جانے دیجئے، مجھ کو اسکی کوئی ضرورت نہیں، حضرت صفیہؓ نے کہا اچھا جاؤ اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینک دو تاکہ یہودی مرعوب ہو جائیں، لیکن یہ خدمت بھی حضرت صفیہؓ ہی کو انجام دینی پڑی، یہودیوں کو یقین ہوا کہ قلعہ میں بھی کچھ فوج متعین ہے، اس خیال سے پھر انھوں نے حملہ کی جرأت نہ کی۔[1]

سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، حضرت صفیہؓ کو جو صدمہ ہوا ہوگا ظاہر ہے، نہایت پر درد مرثیہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے۔

لفقد رسول الله اذ حان یومه   فیا عین جودی بالدموع السواجم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اے آنکھ خوب آنسو بہا

یہ مرثیہ ابن اسحاقؒ نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے۔[2]

وفات | حضرت صفیہؓ نے سنہ ۲۰ھ میں وفات پائی، اور بقیع میں دفن ہوئیں، اس وقت تہتر برس کا سن تھا۔

فضل و کمال | حضرت صفیہؓ نے بقول صاحب اصابہ[3] کچھ حدیثیں بھی روایت کی ہیں، لیکن ہماری نظر سے نہیں گذریں، اور نہ مسند میں ان کی حدیثوں کا پتہ چلتا ہے۔

---

۱ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷ و ۲۸ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۳ ۲ اصابہ ج ۸ ص ۱۲۸

۳ اصابہ ج ۸ ص ۱۲۸

(۱۸)

حضرت ام ایمنؓ

نام ونسب | برکۃ نام، ام ایمن کنیت، ام الظباء عرف، سلسلۂ نسب یہ ہے، برکۃ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان، حبشہ کی رہنے والی تھیں، اور حضرت عبداللہ (پدر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کی کنیز تھیں، بچپن سے عبداللہ کے ساتھ رہیں، اور جب انھون نے انتقال کیا تو حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگیں، ان کے بعد خود سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے حلقۂ غلامی میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ان ہی نے پرورش اور پرداخت کی تھی۔[۱]

نکاح | حارث بن خزرجؓ کے خاندان میں عبید بن زید ایک شخص تھے[۲]، ام ایمنؓ کا ان ہی کے ساتھ عقد ہوا، لیکن جب انھون نے وفات پائی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کہ محبوب خاص تھے، نکاح پڑھایا، یہ بعثت کے بعد کا واقعہ ہے،

اسلام | حضرت زیدؓ چونکہ مسلمان ہو چکے تھے، ام ایمنؓ نے بھی اسلام قبول کیا،

عام حالات | جب مسلمانون نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو وہ بھی گئیں، اور وہان سے

---

[۱] (اصابہ ج ۸ ص ۲۱۲ و ۲۱۳) [۲] صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۲۶ میں ایمنؓ کے متعلق مذکور ہے

وھو رجل من الانصار،

ہجرت کے بعد مدینہ واپس آئیں، غزوۂ احد میں شرکت کی، اس موقع پر وہ لوگوں کو پانی پلاتیں، اور زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں، غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئیں،

سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، ام ایمنؓ سخت مغموم تھیں، اور رو رہی تھیں، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے سمجھایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے خدا کے پاس بہتر چیز موجود ہے، جواب ملا "یہ خوب معلوم ہے" اور یہ رونے کا سبب بھی نہیں، رونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر اس جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر زار و قطار رونے لگے،[۱]

سنہ ۲۳ھ میں حضرت عمرؓ نے شہادت پائی، ام ایمنؓ کو معلوم ہوا تو بہت روئیں، لوگوں نے کہا اب کیوں روتی ہو؟ بولیں "اب اسلئے کہ اسلام کمزور پڑگیا"[۲]

وفات | ام ایمنؓ نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی،

اولاد | دو اولادیں ہوئیں، ایمنؓ اور اسامہؓ، ایمنؓ پہلے شوہر سے تھے، صحابی ہیں، خیبر میں شہادت پائی، اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب خاص تھے، اور انکے والد کو بھی یہی درجہ حاصل تھا، نہایت جلیل القدر صحابی تھے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان سے بے انتہا محبت تھی،

فضل وکمال | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، راویوں میں حضرت انسؓ بن مالک، حنش بن عبد اللہ صنعانی اور ابو یزیدؓ مدنی داخل ہیں،

اخلاق | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نہایت عزت کرتے، اور فرماتے تھے کہ ام ایمنؓ میری

---

[۱] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱ [۲] اصابہ ج ۸ ص ۲۱۲ بحوالۂ ابن سعد

ماں ہیں"، اکثر ان کے مکان تشریف لیجاتے، ایک مرتبہ تشریف لائے تو انھوں نے شربت پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کسی وجہ سے) متردد ہوئے، اس پر ام ایمن رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں[1] (حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قسم کا ناز تھا، یہ خفگی اسی محبت کی خفگی تھی[2]،

انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے نخلستان دیے تھے، جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح حاصل ہوئی تو آپ نے انصار کو ان کے نخلستان واپس کرنا شروع کیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کچھ باغ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، اور آپ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ان کے واپس کرنے سے انکار کر دیا، اس پر مصر رہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر ان کو باغ سے دگنا زیادہ عطا فرمایا[3]،

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱ [2] (نووی شرح مسلم) [3] صحیح بخاری (زرقانی ج ۳ ص ۳۳۷)

(۱۹)

حضرت فاطمہؓ بنت اسدؓ

نام ونسب | فاطمہ نام، اسد بن ہاشم کی بیٹی اور عبد المطلب جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی تھیں،

نکاح | ابوطالب بن عبد المطلب سے نکاح ہوا جن سے حضرت علیؓ پیدا ہوئے،

اسلام | آغاز اسلام میں خاندان ہاشم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ ساتھ دیا تھا، اور ان میں اکثر مسلمان بھی ہو گئے تھے حضرت فاطمہؓ بھی ان ہی لوگوں میں تھیں، اور گو ان کے شوہر ایمان نہیں لائے، تاہم وہ اور ان کی بعض اولاد مشرف باسلام ہوئی، جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو ان کے بجائے حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دست وبازو رہیں،

ہجرت اور عام حالات | جب مسلمان ہو کر ہجرت کی اجازت ملی تو حضرت فاطمہؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، یہاں حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ زہرا سے عقد ہوا، تو حضرت علیؓ نے اپنی والدہ (حضرت فاطمہؓ بنت اسد) سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی آتی ہیں، میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کروں گا، اور وہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی[1]،

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۱۷،

وفات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وفات پائی، بعض کا خیال ہے کہ ہجرت سے قبل فوت ہوئیں لیکن یہ صحیح نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر کفن دیا اور قبر میں اتر کر لیٹ گئے، لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ میرے ساتھ کسی نے سلوک نہیں کیا تھا، اس بنا پر میں نے ان کو قمیص پہنایا کہ جنت میں ان کو حلے ملیں اور قبر میں لیٹ گیا کہ شدائد قبر میں کمی واقع ہو۔[1]

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر طیار، طالب، عقیل،

اخلاق | اصابہ میں ہے،

كانت امرأة صالحة وكان النبي صلى الله عليه وسلم يزورها ويقيل في بيتها[2]	وہ نہایت صالح بی بی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی زیارت کو تشریف لاتے اور انکے گھر میں آرام کرتے تھے،

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۱۷ [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۶۰

(۲۰)

حضرت ام الفضلؓ

نام ونسب | لبابہ نام، ام الفضل کنیت، کبریٰ لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث بن حزن بن بحیر بن الہرام بن رویبہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ، والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا، اور قبیلۂ کنانہ سے تھین، لبابہ کی حقیقی اور اخیافی کئی بہنین تھین، جو خاندان ہاشم اور قریش کے دوسرے معزز گھرانون مین منسوب تھین، چنانچہ حضرت میمونہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو، لبابہ حضرت عباسؓ (عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو، سلمیٰ حضرت حمزہؓ (عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور اسماؓ حضرت جعفر طیارؓ (برادر حضرت علیؓ) کو منسوب تھین، اسی بنا پر ان کی والدہ (ہند بنت عوف) کی نسبت مشہور ہے کہ سسرالی قرابت مین ان کا کوئی نظیر نہین،

نکاح | حضرت عباسؓ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم تھے، نکاح ہوا،

اسلام | ہجرت سے قبل مسلمان ہوئین، ابن سعد کا خیال ہے کہ انھون نے حضرت خدیجہؓ کے بعد اسلام قبول کیا تھا، باقی اور عورتین ان کے بعد ایمان لائین، اس لحاظ سے انکے ایمان لانے کا زمانہ بہت قدیم ہوجاتا ہے،

حالات | ام الفضلؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج بھی کیا ہے، چنانچہ حجۃ الوداع مین جب لوگون کو عرفہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صائم ہونے کی نسبت شبہہ ہوا،

اور ان کے پاس آکر ذکر کیا تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ایک پیالہ دودھ بھیجا، آپ چونکہ روزہ نہ تھے دودھ پی لیا، اور لوگون کو تشفی ہو گئی،[1]

وفات ام الفضل رض نے حضرت عثمان رض کے زمانۂ خلافت مین وفات پائی، اس وقت حضرت عباس رض زندہ تھے، حضرت عثمان رض نے جنازہ کی نماز پڑھائی،

اولاد حضرت عباس رض کی اکثر اولاد ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئی، اور چونکہ سب بیٹے نہایت قابل تھے، اس لیے بڑی خوش قسمت سمجھی جاتی تھین فضل، عبداللہ رض، معبد، عبید اللہ، قثم، عبدالرحمن اور ام حبیبہ ان ہی کی یادگار رہین، ان مین حضرت عبداللہ اور عبید اللہ رض آسمان علم کے مہر و ماہ تھے،

فضل وکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۰ حدیثین روایت کی ہین، راوی حسب ذیل اصحاب ہین، عبداللہ، تمام (پسران عباس رض) انس بن مالک، عبداللہ بن حارث بن نوفل، عمیر، کریب، قابوس،

اخلاق عابدہ اور زاہدہ تھین، ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو روزہ رکھتی تھین[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتی تھین، آپ اکثر ان کے ہان جاتے اور دوپہر کے وقت آرام فرماتے تھے،

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۰ [2] خلاصۂ تہذیب ص ۴۹۵

(۲۰)

حضرت ام رومان رض

نام ونسب نام معلوم نہین، ام رومان کنیت ہے، قبیلۂ کنانہ کے خاندان فراس سے تھین، سلسلۂ نسب یہ ہے ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع ابن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

نکاح عبد اللہ بن سخبرہ سے نکاح ہوا، اور ان ہی کے ہمراہ مکہ آکر اقامت کی، عبد اللہ حضرت ابوبکر رض کے حلیف بن گئے تھے، اس بنا پر جب انھون نے انتقال کیا تو حضرت ابوبکر رض نے خود نکاح کرلیا،

اسلام کچھ زمانے کے بعد مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی، تو حضرت ابوبکر رض کے ساتھ انھون نے بھی اس صدا کو لبیک کہا،

ہجرت ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر رض تنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت مین مدینہ کو روانہ ہوگئے تھے لیکن ان کا خاندان مکہ مین مقیم تھا، مدینہ پہنچے تو وہان سے زید رض ابن حارثہ اور ابو رافع مستورات کو لانے کے لیے بھیجے گئے، ام رومان رض بھی ان ہی کے ہمراہ مدینہ مین آئین،

عام حالات شعبان ۶ھ مین افک کا واقعہ پیش آیا، ام رومان رض کے لیے یہ نہایت مصیبت

لہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵

کا وقت تھا حضرت عائشہؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر میکہ آئین، حضرت ابوبکرؓ بالاخانہ پر تھے، اور ام رومانؓ نیچے بیٹھی تھین، پوچھا کیسے آئین؟ حضرت عائشہؓ نے سارا واقعہ بیان کیا، بولین "بیٹی اس مین گھبرانے کی کوئی بات نہین، جو عورت اپنے خاوند کو زیادہ محبوب ہوتی ہے اس کی سوتین حسد کی وجہ سے ایسا کرتی ہین"۔ لیکن حضرت عائشہؓ کو اس سے کچھ تسکین نہ ہوئی اور چیخ مار کر رو دین، حضرت ابوبکرؓ نے آواز سنی تو بالاخانہ سے اتر آئے اور خود بھی رونے لگے، پھر ان سے کہا کہ تم اپنے گھر واپس جاؤ، اس کے ساتھ ہی ام رومانؓ کو لے کر خود بھی روانہ ہوئے، حضرت عائشہؓ کو چونکہ اس صدمہ سے بخار آگیا تھا، دونون نے ان کو گود مین لٹایا، عصر پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "عائشہ! اگر واقعی تم سے ایسی غلطی ہوئی تو خدا سے توبہ کرو"۔ حضرت عائشہؓ نے والدین سے کہا کہ آپ لوگ جواب دین، لیکن جواب ملا کہ ہم کیا کہہ سکتے ہین؟ غرض حضرت عائشہؓ نے خود جواب دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی جس مین ان کی صاف طور برأت کی گئی تھی تو حضرت ام رومانؓ بولین کہ "تم اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ"۔ حضرت عائشہؓ نے کہا "مین نہ ان کی مشکور ہون اور نہ آپ کی، مین صرف اپنے خدا کا شکریہ ادا کرتی ہون[۱]"۔

اسی سنہ کے اخیر مین مہمانون کا واقعہ پیش آیا، حضرت ابوبکرؓ اصحاب صفہ مین سے ۳ صاحبون کو اپنے گھر لائے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو واپسی مین دیر ہوگئی، گھر آئے تو ام رومانؓ نے کہا مہمانون کو چھوڑ کر کہان بیٹھ رہے؟ بولے تم نے کھانا نہین کھلایا؟ جواب ملا کھانا بھیجا تھا، لیکن ان لوگون نے انکار کیا، غرض کھانا کھلایا گیا اور

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۵، ۵۹۶، و ۶۹۶، ۶۹۷۔

اس قدر برکت ہوئی کہ نہایت افراط کے ساتھ بچ رہا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ام رومانؓ سے پوچھا اب کتنا ہے؟ بولیں ۳ گنے سے زیادہ چنانچہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔[1]

وفات حضرت ام رومانؓ نے سنہ ۶ھ یا اس کے بعد انتقال کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر میں اترے، اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سنہ ۴ھ میں وفات پائی تھی لیکن یہ صحیح نہیں، کیونکہ واقعات سے اس کی تردید ہوتی ہے۔

اولاد اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت ام رومانؓ نے دو نکاح کیے تھے، پہلے شوہر سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام طفیل تھا، حضرت ابوبکرؓ سے دو اولادیں ہوئیں، حضرت عبدالرحمنؓ اور حضرت عائشہؓ

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۴۴ و ۵۰۸

(۱۴)

حضرت سمیہؓ

خاندان [illegible] اور حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ ہیں، ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی امہ تھیں،

نکاح | یاسر عنسی سے کہ ابو حذیفہ کے حلیف تھے نکاح ہوا، حضرت عمارؓ پیدا ہوئے تو ابو حذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا،[1]

اسلام | ایام پیری میں مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی تو حضرت سمیہؓ، یاسرؓ اور عمارؓ تینوں نے اس دعوت کو لبیک کہا، تاریخ میں ہے کہ حضرت سمیہؓ کا اسلام قبول کرنے والوں میں ساتواں نمبر تھا، کچھ دن اطمینان سے گذرے تھے کہ قریش کا ظلم و ستم شروع ہو گیا اور روز بروز بڑھتا گیا، چنانچہ جو شخص جس مسلمان پر قابو پاتا طرح طرح کی تکلیفیں دیتا تھا، حضرت سمیہؓ کو بھی خاندان مغیرہ نے شرک پر مجبور کرنا چاہا، لیکن وہ اپنے عقیدہ پر نہایت شدت سے قائم رہیں، جس کا صلہ یہ ملا کہ مشرکین ان کو مکہ کی جلتی تپتی ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کرتے تھے لیکن ان کے عزم و استقلال کے چھینٹوں کے سامنے یہ آتش کدہ سرد پڑ جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرتے تو یہ حالت دیکھ کر فرماتے، آل یاسر! صبر کرو، اس کے عوض تمہارے لیے جنت ہے،

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۱۴ و استیعاب ج ۲ ص ۷۵۹،

شہادت دن بھر اس مصیبت میں رہ کر شام کو نجات ملتی تھی، ایک مرتبہ شب کو گھر آئیں تو ابوجہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کیں، اور پھر اس کا غصہ اس قدر تیز ہوا کہ اٹھکر ایسی برچھی ماری کہ حضرت سمیہؓ جان بحق تسلیم ہوگئیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن[1]
خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

حضرت عمارؓ کو اپنی والدہ کی اس بیکسی پر سخت افسوس تھا، آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ اب حد ہوگئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تاکید فرمائی، اور کہا خداوندا! آل یاسرؓ کو جہنم سے بچا، یہ واقعہ ہجرت نبوی سے قبل کا ہے، اس بنا پر حضرت سمیہؓ اسلام میں سب سے پہلے شہید ہوئیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہا،[2]

غزوہ بدر میں جب ابوجہل مارا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے فرمایا "دیکھو تمہاری ماں کے قاتل کا خدا نے فیصلہ کر دیا"[3]

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۷۰۰، [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۱۴ [3] بحوالہ ابن سعد

(۴۳)

حضرت ام سلیمؓ

نام و نسب | سہلہ یا رملہ نام، ام سلیم کنیت، غمیصاء اور رمیصاء لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے،
ام سلیم بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار،
ماں کا نام ملیکہؓ بنت مالک بن عدی بن زید مناۃ تھا، آبائی سلسلہ سے حضرت ام سلیمؓ
سلمیٰ بنت زید کی پوتی تھیں، سلمیٰ، عبدالمطلب جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ
تھیں، اسی بنا پر ام سلیمؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ مشہور ہیں،

نکاح | مالک بن نضر سے نکاح ہوا،

اسلام | مدینہ میں اوائل اسلام میں مسلمان ہوئیں، مالک چونکہ اپنے آبائی مذہب پر
قائم رہنا چاہتے تھے، اور ام سلیمؓ تبدیل مذہب پر اصرار کرتی تھیں اس لیے دونوں
میں کشیدگی پیدا ہوئی، اور مالک ناراض ہو کر شام چلے گئے، اور وہیں انتقال کیا،[1]
ابو طلحہ نے جو اسی قبیلہ سے تھے نکاح کا پیغام دیا، لیکن ام سلیمؓ کو اب بھی وہی عذر تھا یعنی
ابو طلحہ مشرک تھے، اس لیے وہ ان سے نکاح نہیں کر سکتی تھیں،

غرض ابو طلحہؓ نے کچھ دن غور کر کے اسلام کا اعلان کیا، اور ام سلیمؓ کے سامنے آکر
کلمہ پڑھا، حضرت ام سلیمؓ نے حضرت انسؓ سے کہا کہ اب تم ان کے ساتھ میرا نکاح کر دو[2]

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۲۴۴ [2] اصابہ بحوالۂ ابن سعد

ساتھ ہی مہر معاف کر دیا اور کہا "میرا مہر اسلام ہے"۔ حضرت انسؓ کہا کرتے تھے کہ یہ نہایت عجیب و غریب مہر تھا۔

عام حالات | نکاح کے بعد حضرت ابو طلحہؓ نے بیعت عقبہ میں شرکت کی، اور چند ماہ کے بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے، حضرت ام سلیمؓ اپنے صاحبزادے (حضرت انسؓ) کو جو دس برس کے تھے ساتھ لائیں اور کہا انس کو آپ کی خدمت کے لیے پیش کرتی ہوں، یہ میرا بیٹا ہے، آپ اس کے لیے دعا فرمائیں"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔[1]

اسی زمانہ میں آپ نے مہاجرین اور انصار میں مواخاۃ کی، اور یہ مجمع ان ہی کے مکان میں ہوا۔[2]

غزوات میں حضرت ام سلیمؓ نے نہایت جوش سے حصہ لیا، صحیح مسلم میں ہے۔[3]

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغزو بام سلیم ونسوۃ من الانصار معہ اذا غزی فیسقین الماء ویداوین الجرحی	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیمؓ اور انصار کی چند عورتوں کو غزوات میں ساتھ رکھتے تھے، جو لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

غزوہ احد میں جب مسلمانوں کے جمے ہوئے قدم اکھڑ گئے تھے، وہ نہایت مستعدی سے کام کر رہی تھیں، صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ "میں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلیمؓ کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں، اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں"

---
[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۲ و صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۳ [2] بخاری ج ۲ ص ۸۸۵ [3] مسلم ج ۲ ص ۱۰۳

مشک خالی ہو جاتی تھی تو پھر جا کر بھر لاتی تھیں[1]،

سنہ ۵ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا، اس موقع پر حضرت ام سلیمؓ نے ایک لگن مین مالیدہ بنا کر حضرت انسؓ کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا کہ اس حقیر ہدیہ کو قبول فرمائین[1]،

سنہ ۷ھ مین خیبر کا واقعہ ہوا، حضرت ام سلیمؓ اس مین شریک تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا تو حضرت ام سلیمؓ ہی نے حضرت صفیہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سنوارا تھا[2]،

غزوۂ حنین مین وہ ایک خنجر ہاتھ مین لیے تھین، ابو طلحہؓ نے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ام سلیمؓ خنجر لیے ہین، آپؐ نے پوچھا کیا کروگی؟ بولین "اگر کوئی مشرک قریب آئے گا تو اس سے اس کا پیٹ چاک کر دون گی"، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر مسکرا دیے، حضرت ام سلیمؓ نے کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ کے جو لوگ فرار ہو گئے ہین، ان کے قتل کا حکم دیجیے، ارشاد ہوا "خدا نے خود ان کا انتظام کر دیا ہے[3]"

وفات | حضرت ام سلیمؓ کی وفات کا سال اور مہینہ معلوم نہین لیکن قرینہ یہ ہے کہ انھون نے خلافت راشدہ کے ابتدائی زمانہ مین وفات پائی ہے،

اولاد | جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، انھون نے دو نکاح کیے تھے، پہلے شوہر سے حضرت انسؓ پیدا ہوئے، حضرت ابو طلحہؓ سے دو لڑکے پیدا ہوئے، ابو عمیر اور عبداللہ، ابو عمیر صغر سنی مین فوت ہو گئے، اور عبداللہ سے نسل چلی،

فضل و کمال | حضرت ام سلیمؓ سے چند حدیثین مروی ہین جن کو حضرت انسؓ، ابن عباسؓ،

---

[1] صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۱۰۵ [2] صحیح مسلم ج ۱ ص [illegible] [3] [illegible] اصابہ ج ۸ ص ۲۰۲

زید بن ثابتؓ، ابو سلمہ اور عمرو بن تمام نے ان سے روایت کیا ہے، لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ میں ایک مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ان بزرگون نے ان ہی کو حکم مانا۔[1]

ان کو مسائل کے پوچھنے میں کچھ عار نہ تھا، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئین، اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خدا حق بات سے نہین شرماتا، کیا عورت پر خواب مین غسل واجب ہے؟ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ یہ سوال سن رہی تھین، بیساختہ ہنس پڑین کہ تم نے عورتون کی بڑی فضیحت کی؟ بھلا کہین عورتون کو بھی ایسا ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیون نہین؟ ورنہ بچے ان کے ہمشکل کیون ہوتے ہین۔[2]

اخلاق

حضرت ام سلیمؓ میں بڑے بڑے فضائل اخلاق جمع تھے، جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ اپنے پہلے شوہر سے صرف اس بنا پر علٰحدگی اختیار کی کہ وہ اسلام قبول کرنے پر رضامند نہ تھے، حضرت ابو طلحہؓ نے نکاح کا پیغام دیا تو محض اس وجہ سے رد کر دیا کہ وہ مشرک ہین، اس موقع پر انھون نے ابو طلحہؓ کو جس خوبی سے اسلام کی دعوت دی وہ سننے کے قابل ہے، مسند احمد مین ہے،

قالت یا ابا طلحۃؓ الست تعلم	ام سلیمؓ نے کہا ابو طلحہؓ! تم جانتے ہو کہ تمھارا
ان الٰھک الذی تعبد نبت من	معبود زمین سے اگا ہے؟ انھون نے جواب دیا
الارض قال بلی قالت افلا تستحی	ہان، حضرت ام سلیمؓ بولین تو پھر تم کو درخت
تعبد شجرۃ (اصابہ ج ۸ ص ۲۴۳ بحوالہ مسند)	کی پوجا کرتے شرم نہیں آتی؟

حضرت ابو طلحہؓ پر اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہو گئے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت کرتی تھین، آپ اکثر ان کے مکان تشریف لیجاتے

---

[1] مسند ج ۶ ص ۴۳۰ و ۴۳۱ [2] ابن سعد ص ۲۹۲ ج ۸ (۳۰۲ و ۳۰۷ ص)

اور دوپہر کو آرام فرماتے تھے جب بستر سے اٹھتے تو وہ آپ کے پسینے اور ٹوٹے ہوئے بالوں کو ایک شیشی
میں جمع کرتی تھیں[1]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشک سے منہ لگا کر پانی پیا تو وہ اٹھیں اور مشک کا منہ
کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک مس ہوا ہے[2]۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے خاص محبت تھی، صحیح مسلم میں ہے[3]۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يدخل	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے علاوہ
على أحد من النساء إلا على أزواجه	اور کسی عورت کے یہاں نہیں جاتے تھے لیکن
إلا أم سليم فإنه يدخل عليها	ام سلیم مستثنیٰ تھیں، لوگوں نے دریافت کیا تو
فقيل له في ذلك فقال إني أرحمها	فرمایا مجھے ان پر رحم آتا ہے، ان کے بھائی
قتل أخوها معي	(حرام) نے میرے ساتھ رہ کر شہادت پائی،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اکثر اوقات حضرت ام سلیم کے مکان پر تشریف لیجاتے تھے۔

حضرت ام سلیم نہایت صابر و مستقل مزاج تھیں، ابو عمیر ان کا بہت پیارا اور لاڈلا بیٹا تھا لیکن
جب اس نے انتقال کیا تو [illegible] گھر والوں کو منع کیا کہ ابو طلحہ کو اس واقعہ کی
خبر نہ کریں، رات کو ابو طلحہ آئے تو ان کو کھانا کھلایا وہ نہایت اطمینان سے بستر پر لیٹے، کچھ رات
گذرنے پر ام سلیم نے اس واقعہ کا تذکرہ کیا لیکن عجیب انداز سے کیا، بولیں اگر تم کو کوئی شخص
عاریۃً ایک چیز دے اور پھر اس کو واپس لینا چاہے تو کیا تم اس کے دینے سے انکار کرو گے؟
ابو طلحہ نے کہا کبھی نہیں، کہا تو پھر تم کو اپنے بیٹے کی طرف سے صبر کرنا چاہیے۔ ابو طلحہ یہ سنکر
غصہ ہوئے کہ پہلے سے کیوں نہ بتلایا، صبح اٹھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور سارا

[1] صحیح بخاری [illegible] [2] [illegible] [3] صحیح مسلم ج [illegible] ص ۳۴۱

واقعہ بیان کیا، آپؐ نے فرمایا، خدانے اس رات تم دونوں کو بڑی برکت دی[۱]،

اسی طرح ایک مرتبہ ابوطلحہؓ آئے اور کہاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے ہین کچھ بھیجدو، حضرت ام سلیمؓ نے چند روٹیان ایک کپڑے مین لپیٹ کر حضرت انسؓ کو دین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جاکر پیش کردین، آپ مسجد مین تھے، اور صحابہؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے، حضرت انسؓ کو دیکھکر فرمایا ابوطلحہؓ نے تم کو بھیجا ہے؟ بولے جی ہان، فرمایا کھانے کے لیے؟ کہا ہان، آپ تمام صحابہؓ کو لے کر ابوطلحہؓ کے مکان پر تشریف لائے، ابوطلحہؓ گھبرا گئے، اور حضرت ام سلیمؓ سے کہا اب کیا کیا جائے؟ کھانا نہایت قلیل ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجمع کے ساتھ تشریف لائے ہین حضرت ام سلیمؓ نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ان باتون کو خدا اور رسول زیادہ جانتے ہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر آئے تو حضرت ام سلیمؓ نے وہی روٹیان اور سالن سامنے رکھدیا، خدا کی شان اس مین بڑی برکت ہوئی، اور سب لوگ کھاکر سیر ہوگئے[۲]،

حضرت ام سلیمؓ کے فضائل ومناقب بہت ہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مین جنت مین گیا تو مجھکو آہٹ معلوم ہوئی، مین نے کہا کون ہے؟ لوگون نے بتایا کہ انسؓ کی والدہ غمیصا بنت ملحان ہین[۳]،

[۱] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۳ [۲] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۱۰ [۳] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲

(۲۴)

حضرت ام عمارہؓ

نام ونسب نسیبہ نام، ام عمارہ کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں نسب نامہ یہ ہے،
ام عمارہؓ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار،

نکاح پہلا نکاح زید بن عاصم سے ہوا، پھر عزیہ بن عمرو کے عقد نکاح میں آئیں،

اسلام اور ان ہی کے ساتھ بیعت عقبہ میں شرکت کی، سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ
بیعت عقبہ میں ۷۳ مرد اور دو عورتیں شامل تھیں، حضرت ام عمارہؓ کا بھی ان ہی میں شمار ہے،

غزوات غزوۂ احد میں شریک ہوئیں اور نہایت پامردی سے لڑیں، جب تک مسلمان فتحیاب
تھے، وہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھیں، لیکن جب شکست ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہوگئیں، کفار جب آپ پر بڑھتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی
تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود بیان ہے کہ میں احد میں ان کو اپنے داہنے اور بائیں
برابر لڑتے ہوئے دیکھتا تھا، ابن قمیہ جب دراتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا،
تو حضرت ام عمارہؓ نے بڑھ کر روکا، چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا، انھوں نے بھی تلوار
ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا، اس لیے کارگر نہ ہوئی[1]، بعض روایتوں میں ہے
کہ انھوں نے ایک کافر کو قتل کیا تھا، احد کے بعد بیعت الرضوان، خیبر اور فتح مکہ میں بھی شرکت کی،

[1] ابن ہشام ص ۸۴

حضرت ابوبکرؓ کے عہد مین یمامہ کی جنگ پیش آئی مسیلمہ کذاب سے جو مدعی نبوت تھا مقابلہ تھا، حضرت ام عمارہؓ اپنے ایک لڑکے (حبیب) کو لیکر حضرت خالدؓ کے ساتھ روانہ ہوئین اور جب مسیلمہ نے ان کے لڑکے کو قتل کر دیا، تو انھون نے منت مانی کہ "یا مسیلمہ قتل ہوگا یا وہ خود جان دیدینگی"، یہ کہکر تلوار کھینچ لی اور میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوئین اور اس پامردی سے مقابلہ کیا کہ ۱۲ زخم کھائے اور ایک ہاتھ کٹ گیا،

اس جنگ مین مسیلمہ بھی مارا گیا،

وفات | اس کے بعد معلوم نہین کب تک زندہ رہین،

اولاد | انتقال کے وقت چار اولادین یادگار چھوڑین، حبیب، عبداللہ (پہلے شوہر سے) تمیم، خولہ (دوسرے شوہر سے)

فضل وکمال | چند حدیثین روایت کی ہین جو عباد بن تمیم (پوتے)، لیلے (کنیز)، عکرمہ، حارث ابن کعب اور ام سعد بنت سعد بن ربیع سے مروی ہین

اخلاق | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو محبت تھی اس کا اصلی منظر تو غزوۂ احد مین نظر آتا ہے لیکن اور بھی چھوٹے چھوٹے واقعات ہین، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکان مین تشریف لائے تو انھون نے کھانا پیش کیا، ارشاد ہوا تم بھی کھاؤ، بولین مین روزہ سے ہون، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا نوش فرمایا اور فرمایا کہ روزہ دار کے پاس اگر کچھ کھایا جائے تو اس پر فرشتے درود بھیجتے ہین[1]،

جوش اسلام کا نظارہ بھی اوپر کے واقعات سے ہو سکتا ہے،

---

[1] مسند ج ۶ ص ۳۶۵

حضرت ام عطیہؓ

نام ونسب نسیبہ بنت حارث نام، انصار کے قبیلہ ابی، مالک بن النجار سے تھیں۔[1]

اسلام ہجرت سے قبل مسلمان ہوئین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو انصار کی عورتون کو ایک مکان مین بیعت کے لیے جمع کیا، اور حضرت عمرؓ کو دروازہ پر بھیجا کہ ان شرائط پر بیعت لین کہ شرک نہ کرین گی، چوری اور زنا سے بچین گی، اولاد کو قتل نہ کرین گی کسی پر بہتان نہ باندھین گی، اچھی باتون سے انکار نہ کرین گی، عورتون نے یہ سب تسلیم کیا، تو حضرت عمرؓ نے اندر کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور عورتون نے اپنے ہاتھ باہر نکالے، جو بیعت کی علامت تھی، اس کے بعد حضرت ام عطیہؓ نے پوچھا کہ اچھی باتون سے انکار کرنے کے کیا معنی ہین؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا نوحہ اور بین نہ کرنا۔[2]

غزوات اور عام حالات حضرت ام عطیہؓ عہد رسالت کے سات معرکون مین شریک ہوئین، جن مین وہ مردون کے لیے کھانا پکاتی، ان کے سامان کی حفاظت کرتی، مریضون کی تیمارداری اور زخمیون کی مرہم پٹی کرتی تھین۔[3]

سنہ ۸ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو حضرت ام عطیہؓ اور چند عورتون نے ان کو غسل دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص (۳۲۱ و ۳۲۲) [2] مسند ج ۶ ص ۴۰۹ [3] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۵

ان کو نہلانے کی ترکیب بتلائی،[1]

خلافت راشدہ کے زمانہ مین ان کا ایک لڑکا کسی غزوہ مین شریک تھا، بیمار ہو کر بصرہ آیا، حضرت ام عطیہؓ مدینہ مین تھین، خبر ملی تو نہایت عجلت سے بصرہ روانہ ہوئین لیکن پہنچنے کے ایک دو دن قبل وہ وفات پاچکا تھا، یہان آکر انھون نے بنو خلف کے قصر مین قیام کیا، تیسرے روز انھون نے خوشبو منگا کر ملی اور کہا کہ شوہر کے علاوہ اور کسی کے لیے ۳ دن سے زیادہ سوگ نہین کرنا چاہیے،[2]

اس کے بعد بصرہ مین مستقل سکونت اختیار کرلی،[3]

وفات | وفات کی تاریخ اور سنہ معلوم نہین، اور نہ اولاد کی تفصیل کا علم ہے،

فضل وکمال | چند حدیثین روایت کی ہین، راویون مین حسب ذیل اصحاب ہین،

حضرت انسؓ، ابن سیرین، حفصہ بنت سیرین، اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن بن عطیہ عبد الملک ابن عمیر، علی بن الاقمر، ام شراحیل،[4]

صحابہ اور تابعین ان سے میت کے نہلانے کا طریقہ سیکھتے تھے،[5]

اخلاق | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتی تھین، اور آپ بھی ان سے محبت کرتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس صدقہ کی ایک بکری بھیجی تو انھون نے اس کا گوشت حضرت عائشہؓ کے پاس روانہ کیا، آپ گھر مین تشریف لائے تو کھانے کے لیے مانگا، بولین اور تو کچھ نہین ہے، البتہ جو بکری آپ نے نسیبہؓ کے پاس بھیجی تھی اس کا گوشت رکھا ہے، آپ نے فرمایا لاؤ، کیونکہ وہ مستحق کے پاس پہنچ چکی،[6]

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۸ و مسلم ج ۱ ص ۳۰۴ (و ۳۰۴) [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۰ (باب احداد المرأۃ علی غیر زوجہا) [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۶۰۳ [4] تہذیب ج ۱۲ ص ۴۵۵ (اصابہ ج ۸ ص ۲۵۹) [5] ... [6] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے اعزہ واقارب سے بھی خاص تعلقات تھے، چنانچہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عطیہؓ کے مکان مین قیلولہ فرماتے تھے۔[۱]

احکام نبوی کی پوری پابندی کرتی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت مین نوحہ کی ممانعت کی تھی، اس پر انھون نے ہمیشہ عمل کیا، چنانچہ بیعت ہی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ فلان خاندان کے لوگ میرے ہان رہ چکے ہین، اس لیے مجھکو بھی انکے ہان جاکر رونا ضروری ہے، آپؐ اس خاندان کو مستثنیٰ کر دیجئے، چنانچہ آپؐ نے مستثنیٰ کر دیا[۲] بعض روایات مین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہؓ کو کوئی جواب نہین دیا، اور جن روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضورؐ نے ان کو مستثنیٰ کر دیا ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ استثنا حضرت ام عطیہؓ کے لیے خاص تھا، ورنہ اصل مسئلہ کہ نوحہ جائز نہین ہے اپنی جگہ پر ثابت ہے۔ لڑکے کی وفات اور اس پر سوگ کرنے کا حال ابھی گذر چکا ہے۔

[۱] اصابہ ج ۸ ص ۲۵۹ [۲] مسند ج ۶ ص ۴۰۷ [۳] مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۱۱۴)

---

(۲۶)

حضرت ربیعؓ بنت معوذ بن عفراء

نام و نسب ربیع نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، ربیع بنت معوذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار، والدہ کا نام ام یزید تھا، جو قیس بن زعورا کی بیٹی تھین حضرت ربیعؓ اور ان کے تمام بھائی عفراء کی اولاد مشہور ہین، عفراء ان لوگون کی دادی تھین،[1]

اسلام ہجرت کے قبل مسلمان ہوئین،

نکاح ایاس بن بکیر لیثی سے شادی ہوئی، صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور بستر پر بیٹھ گئے، لڑکیان دف بجا بجا کر شہدائے بدر کے مناقب میں اشعار پڑھ رہی تھین، اس ضمن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بھی کچھ اشعار پڑھے، جن مین ایک مصرع یہ تھا،

وفینا نبی یعلم ما فی غد — اور ہم مین وہ نبی ہے جو کل کی بات جانتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہ کہو (اور اسکے سوا جو کہتی تھین وہ کہو)[2]

عام حالات غزوات مین شرکت کرتی تھین، زخمیون کا علاج کرتین، لوگون کو پانی پلاتین اور مقتولون کو مدینہ پہنچاتی اور فوج کی خدمت کرتی تھین،[3]

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۱۸ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۰ [3] مسند ج ۶ ص ۳۵۸

غزوہ حدیبیہ میں بھی موجود تھیں جب بیعت رضوان کا وقت آیا تو انہوں نے بھی آکر بیعت کی،

سنہ ۳۵ھ میں اپنے شوہر سے علحدہ ہوئیں، شرط یہ تھی کہ جو کچھ میرے پاس ہے اس کو لیکر مجھ سے دست بردار ہو جاؤ، چنانچہ اپنا تمام سامان ان کو دے دیا، صرف ایک کرتی رہنے دی، لیکن شوہر کو یہ بھی گوارا نہ ہوا، جا کر حضرت عثمانؓ کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا، چونکہ ربیعؓ نے کل چیزوں کی شرط کی تھی، حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم کو اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے، اور شوہر سے فرمایا کہ تم ان کے جوڑا باندھنے کی دھجی تک لے سکتے ہو[۱]،

وفات | حضرت ربیعؓ کی وفات کا سال نامعلوم ہے،

اولاد | اولاد میں محمد مشہور ہیں،

فضل و کمال | حضرت ربیعؓ سے ۲۱ حدیثیں مروی ہیں، علمی حیثیت سے ان کا یہ پایہ تھا کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زین العابدینؓ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے[۲]، راویوں میں بہت سے بزرگ ہیں، مثلاً عائشہ بنت انس بن مالک، سلیمان بن یسار، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، نافع، عبادہ بن ولید، خالد بن ذکوان، عبداللہ بن محمد بن عقیل، ابوعبیدہ بن محمد (حضرت عمار ابن یاسر کے پوتے)، محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان،

اخلاق | جوش ایمان اس سے ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ اسماء بنت مخربہ جو ابو ربیعہ مخزومی کی بیوی تھی، اور عطر بیچتی تھی، چند عورتوں کے ساتھ ربیعؓ کے گھر آئی، اور ان کا نام و نسب دریافت کیا، چونکہ ربیعؓ کے بھائی نے ابوجہل کو بدر میں قتل کیا تھا، اور اسماء قریش کے قبیلے سے تھی بولی "تو تم ہمارے سردار کے قاتل کی بیٹی ہو؟" حضرت ربیعؓ کو ابوجہل کی نسبت سردار کا لفظ نہایت ناگوار ہوا، بولیں "سردار نہیں بلکہ غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں" اسماء کو ابوجہل کی

---

[۱] اصابہ ج ۸ ص ۸۰ بحوالہ ابن سعد (۲) مسند ج ۶ ص ۳۵۸

شان مین یہ گستاخی پسند نہ آئی، جھنجھلا کر کہا کہ مجھکو تمھارے ہاتھ سودا بیچنا حرام ہے، حضرت ربیعؓ نے برجستہ کہا مجھ کو تم سے کچھ خریدنا حرام ہے، کیونکہ تمھارا عطر، عطر نہین بلکہ گندگی ہے۔[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت تھی، آپ ان کے گھر اکثر تشریف لیجاتے تھے،[۲] ایک مرتبہ آپ تشریف لائے اور ان سے وضو کے لیے پانی مانگا،[۳] ایک مرتبہ دو طاقون میں چھوہارے اور انگورے کر گئین، تو آپنے زیور یا سونا مرحمت فرمایا۔[۴]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ کسی نے حلیہ پوچھا تو بولین "بس یہ سمجھ لو کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔"[۵]

---

(۱) اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۵۲) (۲) مسند ج ۶ ص ۳۵۸ (۳) ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳ (۴) مسند ج ۶ ص ۳۵۹

(۵) اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۵۲

(۲۷)

حضرت ام ہانی

نام ونسب فاختہ نام، ام ہانی کنیت، ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھین، مان کا نام فاطمہ بنت اسد تھا، اس بنا پر حضرت علیؓ، حضرت جعفر طیارؓ، اور ام ہانی حقیقی بھائی بہن ہین،

نکاح ہبیرہ بن عمرو (بن عائذ) مخزومی سے نکاح ہوا،

اسلام ۸ھ مین جب مکہ فتح ہوا مسلمان ہوئین، آپ نے اس روز ان کے مکان مین غسل کیا تھا، اور چاشت کی نماز پڑھی تھی، انھون نے اپنے دو عزیزون کو جو مشرک تھے، پناہ دیدی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو پناہ دی، ان کا شوہر ہبیرہ فتح مکہ مین نجران بھاگ گیا تھا،

وفات ترمذی کی روایت ہے کہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد مدت تک زندہ رہین، تہذیب مین ہے امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت مین انتقال کیا،

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، عمرو، ہانی، یوسف، جعدہ

فضل وکمال حضرت ام ہانیؓ سے ۴۶ حدیثین مروی ہین جن کے راوی حسب ذیل حضرات ہین، جعدہ، یحیٰی، ہارون، ابو مرہ، ابو صالح، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن حارث بن نوفل، ابن ابی لیلیٰ، مجاہد، عروہ، عبد اللہ بن عیاش، شعبی، عطا، کریب، محمد بن عقبہ،

---

[1] مسند جلد ۶ ص ۳۴۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کبھی مسائل دریافت کرتی تھیں جس سے ان کی فقہ دانی کا پتہ چلتا ہے، ایک مرتبہ اس آیت کی تفسیر پوچھی تھی وتاتون فی نادیکم المنکر، [1]

اخلاق | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو عقیدت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ آپ فتح مکہ کے دن ان کے مکان پر تشریف لائے اور شربت نوش فرمایا، اس کے بعد ان کو دیا، انھوں نے کہا میں روزہ سے ہوں لیکن آپ کا جھوٹا واپس نہیں کرنا چاہتی ہوں بعض روایتوں میں ہے کہ انھوں نے پی لیا اور پھر خود ہی عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روزہ سے ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر روزہ رمضان کی قضا کا ہے تو کسی دوسرے دن یہ روزہ رکھ لینا اور اگر محض نفل ہے تو اس کی قضا کرنے یا نہ کرنے کا تم کو اختیار ہے [2])

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے بہت محبت تھی، ایک مرتبہ فرمایا، ام ہانی! بکری لے لو، یہ بڑی خیر و برکت کی چیز ہے [3]

ایک مرتبہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اب میں بوڑھی ہوگئی ہوں، چلنے پھرنے میں ضعف معلوم ہوتا ہے، اس لئے ایسا عمل بتلایا جائے جس کو بیٹھے بیٹھے انجام دے سکوں، آپ نے ایک وظیفہ بتلایا، فرمایا کہ سبحان اللہ ایک سو مرتبہ الحمد للہ ایک سو مرتبہ اللہ اکبر ایک سو مرتبہ اور لا الٰہ الا اللہ ایک سو مرتبہ کہہ لیا کرو، [4]

---

[1] مسند ج ۶ ص ۳۴۱ [2] ایضاً ص ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ [3] ایضاً [4] ایضاً ص ۳۴۴

(۲۸)

حضرت فاطمہؓ بنت خطاب

نام ونسب فاطمہ نام، ام جمیل کنیت، حضرت عمرؓ کی ہمشیر تھیں،

نکاح حضرت سعیدؓ بن زید سے نکاح ہوا،

اسلام اور انہی کے ساتھ مسلمان ہوئیں، یہ اوائل اسلام کا واقعہ ہے، اس کے کچھ دنوں کے بعد ان کے بھائی یعنی حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے، اور انہی کے سبب سے ہوئے، اس کا قصہ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے خود بیان کیا ہے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت حمزہؓ کے مسلمان ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے نکلے، راہ میں ایک مخزومی صحابی سے ملاقات ہوئی، پوچھا کہ تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر محمد کا مذہب اختیار کیا ہے؟ بولے ہاں لیکن پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تمہاری بہن اور بہنوئی نے بھی محمدؐ کا مذہب قبول کر لیا ہے، حضرت عمرؓ سیدھے بہن کے گھر پہنچے، دروازہ بند تھا، اور وہ قرآن پڑھ رہی تھیں، ان کی آہٹ پا کر چپ ہو گئیں، اور قرآن کے اجزاء چھپا دیئے، لیکن آواز ان کے کان میں پڑ چکی تھی، پوچھا یہ کیا آواز تھی؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں، بولے میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہو گئے ہو، یہ کہہ کر بہنوئی سے دست و گریبان ہو گئے، حضرت فاطمہؓ بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی، یہاں تک کہ ان کو اس قدر مارا کہ ان کا بدن لہو لہان ہو گیا، اسی حالت میں ان کی زبان سے نکلا،

جو ہوسکے کرو، لیکن اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا، ان الفاظ نے حضرت عمرؓ کے دل پر ایک خاص اثر کیا، بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا، ان کے بدن سے خون جاری تھا، یہ دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی، فرمایا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے، مجھ کو بھی سناؤ، فاطمہؓ نے قرآن کے اجزاء لاکر سامنے رکھ دیئے، حضرت عمرؓ ان کو پڑھتے جاتے تھے اور ان پر رعب چھاتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ایک آیت پر پہونچکر پکار اٹھے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ،[1]

ہجرت | اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کی،

وفات | وفات کا سنہ اور مہینہ معلوم نہیں،

اولاد | ایک لڑکا چھوڑا، عبدالرحمن نام تھا،

۱؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۶۱ و اسد الغابہ ج ۴ ص ۵۴

(۲۹)
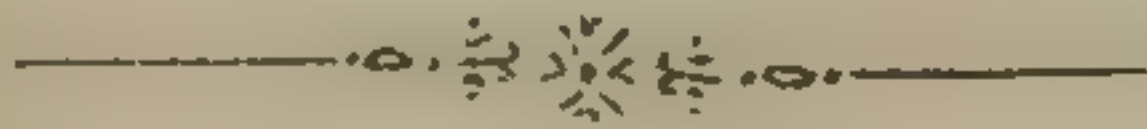
حضرت اسماءؓ بنت عمیس

نام ونسب | اسماء نام، قبیلۂ خثعم سے تھیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، اسماء بنت عمیس بن معد بن حارث بن تیم بن کعب بن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن معاویہ بن زید بن مالک ابن بشر بن وہب اللہ بن شہران بن عفرس بن خلف ابن اقبل (خثعم) ماں کا نام ہند (خولہ) بنت عوف تھا، اور قبیلہ کنانہ سے تھیں، اس بنا پر حضرت میمونہؓ (ام المومنین) اور اسماء اخیافی بہنیں تھیں،

نکاح | حضرت جعفرؓ سے کہ حضرت علیؓ کے بھائی تھے (اور دس برس بڑے تھے) نکاح ہوا،

اسلام | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانۂ ارقم میں مقیم ہونے سے قبل مسلمان ہوئیں حضرت جعفرؓ نے بھی اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا،[1]

عام حالات | حبشہ کی ہجرت کی، اور کئی سال تک مقیم رہیں، ۷ھ میں جب خیبر فتح ہوا، تو مدینہ آئیں، حضرت حفصہؓ کے گھر گئیں، تو حضرت عمرؓ بھی آگئے، پوچھا یہ کون ہیں، جواب ملا اسماء، بولے، ہاں وہ حبش والی، وہ سمندر والی؟ حضرت اسماءؓ نے کہا "ہاں وہی" حضرت عمرؓ نے کہا ہم کو تم پر فضیلت ہے، اس لیے کہ ہم مہاجر ہیں، حضرت اسماءؓ کو یہ فقرہ سنکر غصہ آیا، بولیں کبھی نہیں! تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ بھوکوں کو

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۳۲، [illegible] ابن سعد

کھلاتے اور جاہلوں کو پڑھاتے تھے لیکن ہماری حالت بالکل جداگانہ تھی، ہم نہایت دور دراز ملک میں صرف خدا اور رسول کی خوشنودی کے لیے پڑے رہے، اور بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکان تشریف لائے تو انھوں نے یہ واقعہ بیان کیا، ارشاد ہوا: "انھوں نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ہجرتیں کیں، اس لیے تم کو زیادہ فضیلت ہے" حضرت اسماءؓ اور دوسرے مہاجرین کو اس سے اس درجہ مسرت ہوئی کہ دنیا کی تمام فضیلتیں ہیچ معلوم ہوتی تھیں، مہاجرین حبشہ جوق جوق حضرت اسماءؓ کے پاس آتے اور یہ واقعہ دریافت کرتے تھے۔[1]

سنہ ۸ھ غزوۂ موتہ میں حضرت جعفرؓ نے شہادت پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، دیکھا کہ حضور آبدیدہ تھے، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ غمگین کیوں ہیں، کیا جعفرؓ کے متعلق کوئی اطلاع آئی ہے، حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ لوگ شہید ہوگئے ہیں، بچوں کو نہلا دھلا کر ہمراہ لے گئی تھی، حضور نے بچوں کو اپنے پاس بلایا اور میں چیخ اٹھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے (اہل بیت کے پاس تشریف لے گئے) اور فرمایا جعفرؓ کے بچوں کے لیے کھانا پکاؤ، کیونکہ وہ رنج و غم میں مصروف ہیں۔[2]

اس کے بعد مسجد میں جا کر غم زدہ بیٹھے، اور اس خبر کا اعلان کیا، اسی حالت میں ایک شخص نے آکر کہا کہ جعفر کی مستورات ماتم کر رہی ہیں اور رو رہی ہیں آپ نے ان کو منع کرا بھیجا، وہ گئے اور واپس آکر کہا کہ میں نے منع کیا لیکن وہ باز نہیں آتیں، آپ نے دوبارہ بھیجا، وہ پھر گئے اور واپس آکر عرض کی کہ ہم لوگوں کی نہیں چلتی، آپ نے ارشاد فرمایا "تو ان کے منہ میں خاک

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۷ و ۶۰۸ [2] مسند ج ۶ ص ۳۷۰

بھر دو۔" یہ واقعہ حضرت عائشہؓ سے صحیح بخاری میں منقول ہے، صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس شخص سے کہا کہ "خدا کی قسم تم یہ نہ کرو گے (منہ میں خاک ڈالنا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف سے نجات نہ ملے گی۔"[1]

تیسرے[2] دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماءؓ کے گھر تشریف لائے، اور سوگ کی ممانعت کی[3]، تقریباً ۶ مہینے کے بعد شوال ۸ھ میں جو غزوۂ حنین کا زمانہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے ان کا نکاح پڑھا دیا[4]، جس کے دو برس بعد ذوقعدہ سنہ ۱۰ھ میں محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے، اس وقت حضرت اسماءؓ حج کی غرض سے مکہ آئی تھیں چونکہ محمد ذوالحلیفہ میں پیدا ہوئے تھے، اسماءؓ نے دریافت کرایا کہ میں کیا کروں؟ ارشاد ہوا نہا کر احرام باندھیں[5]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں حضرت ام سلمہؓ اور اسماءؓ نے ذات الجنب تشخیص کر کے دوا پلانی چاہی، چونکہ گوارا نہ تھی، آپ نے انکار فرمایا، اسی ممانعت میں غشی طاری ہو گئی، انہوں نے منہ کھول کر پلا دی، افاقہ کے بعد آپ کو احساس ہوا تو فرمایا "یہ مشورہ اسماءؓ نے دیا ہوگا، وہ حبشہ سے اپنے ساتھ یہی حکمت لائی ہیں، عباسؓ کے علاوہ سب کو دوا پلائی جائے"، چنانچہ تمام ازواج مطہراتؓ کو دوا پلائی گئی[6]۔

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۰ [2] مسند ج ۶ ص ۳۶۹ [3] جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اسکو چار ماہ دس دن سوگ کرنا چاہیے یہ مسئلہ ہے، حضرت اسماءؓ کی اس روایت سے شبہ میں نہ پڑنا چاہیے، اس لیے کہ یہ روایت تمام صحیح [illegible] کے خلاف ہے اور شاذ ہے، اور اجماع کے مخالف ہے، امام طحاوی کے نزدیک یہ روایت منسوخ ہے اور امام بیہقی کے نزدیک منقطع ہے، ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۹ ص ۴۲۹، [illegible] جوابات ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے [4] اصابہ ج ۸ ص ۹ [5] صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۸۵ [illegible] [6] [illegible] ج ۲ ص ۳۲۱ [illegible] مسند ج ۶ ص ۴۳۸

۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ نے وفات پائی تو وصیت کی کہ اسماءؓ غسل دین[1]۔ حضرت ابوبکرؓ کے بعد اسماءؓ حضرت علیؓ کے عقد نکاح میں آئیں، محمد بن ابوبکرؓ بھی ساتھ آئے، اور حضرت علیؓ کے آغوش تربیت میں پرورش پائی، ایک دن عجیب لطیفہ ہوا، محمد بن جعفرؓ اور محمد بن ابوبکر نے باہم فخر کیا کہ ہم تم سے بہتر ہیں، اس لیے کہ ہمارے باپ تمھارے باپ سے بہتر تھے، حضرت علیؓ نے حضرت اسماءؓ سے کہا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ کرو، بولیں کہ تمام نوجوانوں پر جعفرؓ کو اور تمام بوڑھوں پر ابوبکرؓ کو فضیلت حاصل ہے، حضرت علیؓ بولے "پھر ہمارے لیے کیا رہا"[2]

۳۸ھ میں محمد بن ابوبکرؓ مصر میں قتل ہوئے، اور گدھے کی کھال میں ان کی لاش جلائی گئی، حضرت اسماءؓ کے لیے اس سے زیادہ تکلیف دہ واقعہ کیا ہو سکتا تھا؟ ان کو سخت غصہ آیا لیکن نہایت صبر سے کام لیا، اور مصلے پر کھڑی ہوگئیں[3]،

وفات ۴۰ھ میں حضرت علیؓ نے شہادت پائی اور انکے بعد حضرت اسماءؓ کا بھی انتقال ہوگیا[4]،

اولاد جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، حضرت اسماءؓ نے ۳ نکاح کیے، چنانچہ حضرت جعفرؓ سے محمد، عبداللہ، عون، حضرت ابوبکرؓ سے محمد، اور حضرت علیؓ سے یحییٰ پیدا ہوئے[5]،

ریاض النضرہ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے دو لڑکے ہوئے تھے، یحییٰ اور عون[6]، لیکن علامہ ابن اثیر نے اس کو غلط کہا ہے، اور لکھا ہے کہ یہ ابن کلبی کا خیال ہے جو مشہور دروغ گو تھا،

فضل و کمال حضرت اسماءؓ سے ۶۰ حدیثیں مروی ہیں، جن کے راویوں کے نام یہ ہیں، حضرت عمرؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، ابن عباسؓ، قاسم بن محمد، عبداللہ بن شداد بن الہاد، عروہ ابن مسیب، ام عون بنت محمد بن جعفر، فاطمہؓ بنت علی، ابویزید مدنی،

[1] اصابہ ج ۸ ص ۹ بحوالہ ابن سعد [2] اصابہ ج ۸ ص ۹ [3] ایضاً [4] خلاصہ تہذیب ص ۴۰۸ [5] استیعاب ج ۲ ص ۷۲۵، [6] ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۴۹،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست تعلیم حاصل کرتی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت اور تکلیف میں پڑھنے کے لیے ان کو ایک دعا بتائی تھی۔[1]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کے بچوں کو دبلا دیکھا تو پوچھا کہ یہ نحیف دبلے کیوں ہیں، اسماءؓ نے کہا ان کو نظر بہت لگتی ہے۔ فرمایا تو تعویذ کیوں نہیں کرتیں حضرت اسماءؓ کو ایک منتر یاد تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا، فرمایا "ہاں یہی سہی"۔[2]

حضرت اسماءؓ کو خواب کی تعبیر میں بھی دخل تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ اکثر ان سے خوابوں کی تعبیر پوچھتے تھے۔[3]

[1] مسند ج ۶ ص ۳۶۹ [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۳ [3] اصابہ ج ۸ ص ۹

——۔ ۞ ۔——

(۳۰)

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ

نام و نسب | اسماء نام، ذات النطاقین لقب، حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ہیں، ماں کا نام قتیلہ بنت عبد العزیٰ تھا، ہجرت سے ۲۷ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں،

نکاح | حضرت زبیرؓ بن عوام سے نکاح ہوا،

اسلام | اپنے شوہر کی طرح انھوں نے بھی قبولِ اسلام میں سبقت کی، ابن اسحاق کے قول کے مطابق ان کا ایمان لانے والوں میں اٹھارہواں نمبر تھا،

عام حالات | جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، تو حضرت ابوبکرؓ رفیقِ صحبت تھے، آپؐ دوپہر کو ان کے گھر تشریف لائے، اور ہجرت کا خیال ظاہر فرمایا، حضرت اسماءؓ نے سفر کا سامان کیا، دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا، نطاق جس کو عورتیں کمر میں لپیٹتی ہیں، پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان کا منہ باندھا، یہ وہ شرف تھا جس کی بنا پر آج تک ان کو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے[۱]،

حضرت ابوبکرؓ ہجرت کے وقت کل روپیہ ساتھ لے گئے تھے، ابوقحافہ کو ان کے والد تھے معلوم ہوا، بولے کہ انھوں نے جانی و مالی دونوں قسم کی تکلیف دی، حضرت اسماءؓ نے کہا وہ کثیر دولت چھوڑ گئے ہیں، یہ کہہ کر انھوں نے اور جس جگہ حضرت ابوبکرؓ کا مال رہتا تھا

---

[۱] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۳ و ۵۵۵

بہت سے پتھر کچھ بہت دن اس پر کپڑا ڈال دیا پھر ابوقحافہ کو لے گئیں اور کہا ٹٹول لیجئے،
دیکھیے یہ رکھا ہے، ابوقحافہ خوش ہوگئے کہ اس لیے رہ گئے، اور کہا کھانے کے لیے بہت
ہے، حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ میں نے صرف ابوقحافہؓ کی تسکین کے لیے ایسا کیا تھا، ورنہ
وہاں ایک حبہ بھی نہ تھا،[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچکر مستورات کو بلایا تو حضرت اسماءؓ بھی آئیں،[۲]
قبا میں قیام کیا، یہاں عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے، ان کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے عبداللہ کو گود میں لیا گھٹی دی اور ان کے لیے دعا کی،[۳]
عبداللہ بن زبیرؓ جب جوان ہوئے تو حضرت اسماءؓ ان کے پاس رہنے لگیں، کیونکہ حضرت
زبیرؓ نے ان کو طلاق دیدی تھی،[۴]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے گھٹی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک پایا تھا،
اس بنا پر جب سن شعور کو پہنچے تو فضائل اخلاق کے پیکر مجسم تھے، ادھر سلطنت بنوامیہ کا فرمانروا
(یزید) سرتا پا فسق وفجور تھا حضرت عبداللہؓ نے اس کی بیعت سے انکار کیا، مکہ میں پناہ گزین
ہوئے، اور وہیں سے اپنی خلافت کی صدا بلند کی، چونکہ حضرت عبداللہؓ کی عظمت وجلالت
کا ہر شخص معترف تھا، اس لیے تمام دنیائے اسلام نے اس صدا پر لبیک کہی اور ملک کا
بڑا حصہ ان کے علم کے نیچے آگیا لیکن جب عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا، تو اس نے
اپنی حکمت عملی سے بعض صوبوں پر قبضہ کرلیا، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ کی تیاریاں
کیں، شامی لشکر نے خانہ کعبہ کا محاصرہ کیا تو ابن زبیرؓ حضرت اسماءؓ کے پاس آئے، وہ بیمار

[۱] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۵۰ [۲] اصابہ ج ۸ ص ۲۲۹، طبقات ج ۸ ق ۱ ص ۱۲۰ و تہذیب ج ۵ ص ۲۱۴
[۳] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۵ [۴] فتح الباری ج ۶ ص ۱۶۳ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۲،

تھیں، پوچھا "کیا حال ہے"؟ بولیں "بیمار ہوں"، کہا "آدمی کو موت کے بعد آرام ملتا ہے" حضرت اسماءؓ نے کہا "شاید تم کو میرے مرنے کی تمنا ہے، لیکن میں ابھی مرنا پسند نہیں کرتی، میری آرزو ہے کہ تم لڑکر قتل ہو، اور میں صبر کروں، یا تم کامیاب ہو اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں"، ابن زبیرؓ ہنس کر چلے گئے، شہادت کا وقت آیا تو دوبارہ ماں کی خدمت میں آئے، وہ مسجد میں بیٹھی تھیں، صلح کے متعلق مشورہ کیا، بولیں "بیٹا! قتل کے خوف سے ذلت آمیز صلح بہتر نہیں، کیونکہ عزت کے ساتھ تلوار مارنا ذلت کے ساتھ کوڑا مارنے سے بہتر ہے" حضرت ابن زبیرؓ نے اس پر عمل کیا، اور لڑکر مردانہ وار شہادت حاصل کی۔ حجاج نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا، ۳ دن گذرنے پر حضرت اسماءؓ کنیز کو ساتھ لے کر اپنے بیٹے کی لاش پر آئیں، لاش الٹی لٹکی تھی، دل تھام کر اس منظر کو دیکھا، اور نہایت استقلال سے کہا "کیا اس سوار کے گھوڑے سے اترنے کا ابھی وقت نہیں آیا"؟ حجاج کو چھیڑ منظور تھی، آدمی بھیجا کہ ان کو جا کر لائے، حضرت اسماءؓ نے انکار کیا، اس نے پھر آدمی بھیجا کہ ابھی خیریت ہے، ورنہ آئندہ جو شخص بھیجا جائے گا وہ بال پکڑ کر گھسیٹ لائے گا" حضرت اسماءؓ صرف خدا کی شان جباری کی معترف تھیں، جواب دیا میں نہیں جا سکتی، حجاج نے مجبوراً خود جوتہ پہنا اور حضرت اسماءؓ کی خدمت میں آیا، اور حسب ذیل گفتگو ہوئی، حجاج نے کہا "کہیے میں نے دشمن خدا (ابن زبیرؓ) کے ساتھ کیا سلوک کیا"؟ حضرت اسماءؓ بولیں تو نے ان کی دنیا بگاڑی اور انھوں نے تیری عاقبت خراب کی! میں نے سنا ہے کہ تو ان کو طنزاً ذات النطاقین کا بیٹا کہتا ہے، خدا کی قسم! ذات النطاقین میں ہوں! میں نے نطاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کا کھانا باندھا تھا، اور دوسرے کو کمر میں لپیٹتی تھی لیکن لیکن یہ یاد رہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ثقیف میں ایک کذاب

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۳ و استیعاب ج ۱ ص ۳۶۶

اور ایک ظالم پیدا ہوگا، چنانچہ کذاب کو دیکھ چکی ہوں اور ظالم تو ہے"۔ حجاج نے یہ حدیث سنی تو چپکا اٹھ کھڑا ہوا[1]۔

چند دنوں کے بعد عبد الملک کا حکم پہنچا تو حجاج نے لاش اتروا کر یہود کے قبرستان میں پھنکوا دی، حضرت اسماءؓ نے لاش اٹھوا کر گھر منگوایا، اور غسل دلوا کر جنازہ کی نماز پڑھی۔ حضرت ابن زبیرؓ کا جوڑ جوڑ الگ تھا، نہلانے کے لیے کوئی عضو اٹھایا جاتا تو ہاتھ کے ساتھ چلا آتا تھا، لیکن حضرت اسماءؓ نے یہ کیفیت دیکھکر صبر کیا کہ خدا کی رحمت ان ہی پارہ پارہ ٹکڑوں پر نازل ہوتی ہے،

وفات حضرت اسماءؓ دعا کرتی تھیں کہ جب تک میں عبد اللہؓ کی لاش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے[2]، چنانچہ ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ حضرت اسماءؓ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا، یہ جمادی الاولی ۷۳ھ کا واقعہ ہے، اس وقت ان کی عمر سو سال کی تھی[3]۔

اولاد حسب ذیل اولاد ہوئی، عبد اللہؓ، منذر، عروہ، مہاجر، خدیجۃ الکبری، ام حسن، عائشہ[4]،

حلیہ حضرت اسماءؓ باایں ہمہ کہ سو برس کی تھیں لیکن ایک دانت بھی نہیں گرا تھا، اور ہوش و حواس بالکل درست تھے اور دراز قد اور جسیم و شحیم تھیں، اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی[5]۔

فضل و کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اسماءؓ نے (۵۶) حدیثیں روایت کی ہیں، جو صحیحین اور سنن میں موجود ہیں، راویوں میں حسب ذیل اصحاب ہیں،

عبد اللہ، عروہ (پسران)، عباد بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عروہ (نبیرگان)، فاطمہ بنت المنذر ابن زبیرؓ، عبادہ بن حمزہ بن عبد اللہ بن زبیرؓ، عبد اللہ بن کیسان (غلام)، ابن عباسؓ، صفیہ بنت شیبہ

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۰۳ [2] تہذیب ج ۱۲ ص ۳۹۷ [3] طبری ج ۳ ص ۱۲۶۶ اور الریاض النضرہ ص ۲۸۰،۲۰۵
[4] ابن سعد ج ۸ ص ۱۸۰ [5] مسند ج ۶ ص ۳۴۷ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۲

ابن ابی ملیکہ، وہب بن کیسان، ابو بکر، عامر پسران ابن زبیرؓ، عباد بن خطاب، محمد بن منکدر، مسلم معری، ابو نوفل ابن ابو عقرب۔

اخلاق | حضرت اسماءؓ بالطبع نہایت کیفیت پسند تھیں، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورج کی نماز پڑھا رہے تھے۔ نماز کو بہت طول دیا، تو حضرت اسماءؓ نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا، ان کے پاس دو عورتیں کھڑی تھیں جن میں ایک فربہ اور دوسری لاغر تھی، یہ دیکھکر انھون نے اپنے دل کو تسلی دی کہ مجھے ان سے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا چاہیے[1] لیکن چونکہ نماز کئی گھنٹے تک ہوئی تھی، حضرت اسماءؓ کو غش آگیا، اور سر پر پانی چھڑکنے کی نوبت آئی

ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ ان کے سر میں درد ہوتا تو سر پکڑ کر کہتیں (یہ میرا گناہ ہے اور جو گناہ خدا معاف کرتا رہتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں)

حق گوئی ان کا خاص شعار تھا، اس کی متعدد مثالیں اوپر گذر چکی ہیں۔ حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور جبار کے سامنے وہ جس صاف گوئی سے کام لیتی تھیں، وہ بجائے خود اپنی آپ ہی نظیر ہے، ایک دن وہ منبر پر بیٹھا ہوا تھا، حضرت اسماءؓ اپنی کنیز کے ساتھ آئیں اور دریافت کیا کہ "امیر کہاں ہے؟" معلوم ہوا تو حجاج کے قریب گئیں، اس نے دیکھتے ہی کہا "تمھارے بیٹے نے خدا کے گھر میں الحاد پھیلایا تھا، اس لیے خدا نے اس کو بڑا دردناک عذاب دیا" حضرت اسماءؓ نے برجستہ جواب دیا تو جھوٹا ہے، وہ ملحد نہ تھا، بلکہ صائم، پارسا اور شب بیدار تھا[2]

نہایت صابر تھیں، حضرت ابن زبیرؓ کی شہادت ایک قیامت تھی، جو ان کے لیے قیامت کبریٰ بن گئی تھی لیکن اس میں انھون نے جس عزم جس استقلال جس صبر اور جس تحمل سے کام لیا اس کی تاریخ میں بہت کم نظیریں مل سکتی ہیں،

---

[1] مسند ج ۶ ص ۳۴۹ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۴ [3] مسند ج ۶ ص ۳۵۱

حد درجہ خود دار تھیں، حجاج بن یوسف جیسے جابر کی نخوت بھی ان کی خودداری کی چٹان سے ٹکرا کر چور چور ہو جاتی تھی۔

نہایت جفاکش تھیں اور خاکسار تھیں، نہایت مشقت سے ان کو دن گزارنا پڑتا تھا، جب ان کا نکاح ہوا تو حضرت زبیرؓ کے پاس کچھ نہ تھا، صرف ایک اونٹ اور ایک گھوڑا تھا، وہ گھوڑے کو دانہ دیتی، پانی بھرتی اور ڈول سیتی تھیں، روٹی پکانی نہیں آتی تھی، اس لیے آٹا گوندھ کر رکھتی اور انصار کی بعض عورتیں پکا دیتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو جو زمین عنایت فرمائی تھی، وہاں جاکر وہ چھواروں کی گٹھلیاں چنتی اور تین فرلانگ سے سر پر لاد کر لاتی تھیں، ایک دن اسی حالت میں آرہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی، آپ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا کہ سوار ہو جائیں، لیکن ان کو شرم معلوم ہوئی اور اونٹ پر نہ بیٹھیں، گھر آکر حضرت زبیرؓ سے سارا قصہ بیان کیا، انھوں نے کہا "سبحان اللہ سر پر بوجھ لادنے سے شرم نہیں آتی؟" کچھ زمانہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ایک غلام دیا جو گھوڑے کی تربیت اور پرداخت کرتا تھا، اس وقت حضرت اسماءؓ کی مصیبت کم ہوئی، کہتی تھیں "فکانما اعتقنی" یعنی گویا ابوبکرؓ نے مجھکو آزاد کر دیا۔[1]

ضرورت کی وجہ سے جو کچھ خرچ کرتیں ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ناپ تول کرو گی تو خدا بھی ناپ کر دے گا، اس وقت سے یہ عادت چھوڑ دی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دولت وافر ہو گئی اور پھر کبھی تنگدست نہیں ہوئیں۔[2]

حد درجہ فیاض تھیں، عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں دیکھا، حضرت عائشہؓ نے اپنی وفات کے وقت ترکہ میں ایک جنگل چھوڑا تھا جو ان کے

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۰۰، [2] مسند ج ۶ ص ۳۵۲

ھ میں آیا تھا لیکن انھوں نے اس کو لاکھ درہم پر فروخت کرکے کل رقم عزیزوں پر تقسیم کردی[۱]
بیمار پڑتیں تو اپنے تمام غلام آزاد کردیتی تھیں[۲]۔ حضرت زبیرؓ کا مزاج تیز تھا، اس لیے انھوں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں بلا اجازت ان کے مال سے فقرا کو خیرات دیسکتی ہوں؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی؟[۳]

ایک مرتبہ ان کی ماں مدینہ میں آئیں اور ان سے روپیہ مانگا حضرت اسماؓ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ مشرک ہیں، کیا ایسی حالت میں ان کی مدد کرسکتی ہوں؟
ارشاد ہوا ''ہاں (یعنی ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو)[۴]

حضرت اسماؓ نے کئی حج کیے، پہلا حج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا[۵] اس میں
جو کچھ دیکھا تھا[۶]، ان کو بالکل یاد تھا، چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب حج
کے لیے آئیں، اور مزدلفہ میں ٹھہریں تو رات کو نماز پڑھی، پھر اپنے غلام سے پوچھا "چاند چھپ گیا"
اس نے کہا نہیں، جب چاند ڈوب گیا، بولیں کہ اب رمی کے لیے چلو، رمی کے بعد پھر واپس
آئیں اور صبح کی نماز پڑھی، اس نے کہا آپ نے بڑی عجلت کی، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے پردہ نشینوں کو اس کی اجازت دی ہے[۶]، جب کبھی حجون سے گذرتیں، کہتیں کہ ہم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہاں ٹھہرے تھے، اس وقت ہمارے پاس بہت کم سامان
تھا، ہم نے اور عائشہؓ اور زبیرؓ نے عمرہ کیا تھا، اور طواف کرکے حلال ہوئے تھے[۷]

نہایت بہادر تھیں، اخلاقی جرأت کے چند واقعات اوپر گذر چکے ہیں، سعید بن عاص کے
زمانۂ حکومت میں جب اسلام میں فتنہ پیدا ہوا، اور بدامنی شروع ہوگئی تو انھوں نے ایک

۱؎ صحیح بخاری باب ہبۃ الواحد للجماعۃ ۲؎ خلاصہ تہذیب ص ۴۸۰ ۳؎ مسند ج ۶ ص ۳۵۳ ۴؎ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۴۸
۵؎ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۹۰ ۶؎ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۷ ۷؎ ایضاً

خنجر رکھا تھا، لوگوں نے پوچھا اس کا کیا فائدہ ہے؟ بولیں اگر کوئی چور آئے گا تو میں اس کا
پیٹ چاک کر دوں گی؟[1]

حضرت اسماءؓ کے تقدس کا عام چرچا تھا، لوگ ان سے دعا کراتے تھے، جب کوئی عورت
بخار میں مبتلا ہوتی اور دعا کے لیے آتی تو اس کے سینہ پر پانی چھڑکتیں، اور کہتیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو[2] (حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہؓ نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ بخار آتش جہنم کی گرمی سے ہے، اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو)،
گھر کا کوئی آدمی بیمار ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ (جس کو حضرت عائشہؓ نے وفات
کے وقت ان کے سپرد کیا تھا) دھوتی اور اس کا پانی پلاتی تھیں، اس سے بیمار کو شفا ہو جاتی
تھی[4]۔

---

[1] ذیل طبری ج ۱۳ ص ۲۴۶۱ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۲ [3] ایضاً باب الحمی من فیح جہنم [4] مسند ج ۶ ص ۳۴۸

(۳۱)

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ

نام و نسب فاطمہ نام، سلسلہ نسب یہ ہے، فاطمہ بنت قیس بن خالد اکبر بن وہب بن ثعلبہ ابن وائلہ بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر، والدہ کا نام امیمہ بنت ربیعہ تھا، اور بنی کنانہ کی تھیں،

نکاح ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ سے نکاح ہوا،

اسلام اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان لائیں،

ہجرت اور ہجرت کی،

عام حالات سنہ ۱۰ھ میں حضرت علیؓ ایک لشکر لے کر یمن گئے تھے، ابو عمرو بھی ان کے ساتھ تھے، چلتے وقت عیاش بن ابی ربیعہ کی معرفت اپنی بیوی کو آخری طلاق (دو طلاق پہلے دے چکے تھے) اور ۵-۵ صاع جو اور خرمے بھیجے، حضرت فاطمہؓ نے ان سے نان و نفقہ کا مطالبہ کیا تو عیاش نے کہا کہ جو کچھ دیا گیا محض احسان ہے، ورنہ ہمارے ذمہ یہ بھی ضروری نہیں، اس جواب پر وہ غصہ ہوئیں، اور اپنے کپڑے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں، خالد بن ولید وغیرہ بھی پہنچے، آپ نے دریافت کیا، انھوں نے تم کو کے مرتبہ طلاق دی، بولیں ۳ مرتبہ، فرمایا اب تم کو نفقہ نہیں مل سکتا،[1] تم ام شریک کے ہاں عدت کے دن پورے

(۱) عدت کے اندر عورت کا کھانا کپڑا اسی مرد کے ذمہ ہے جس نے طلاق دی ہے، حضرت فاطمہؓ بنت قیس کی اس روایت کے متعلق بڑی بحث ہے جس کے ذکر کا یہاں موقع نہیں ہے)

مرد بھی پڑتی ہے لیکن ... کے مکان میں آتے جاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن ام مکتوم نابینا اور تمہارے ابن عم ہیں، اس لیے بہتر ہے کہ تم ان کے ہاں رہو۔" عدت کا زمانہ پورا ہوا تو ہر طرف سے پیغام آئے، امیر معاویہؓ، ابوجہم اور اسامہ بن زیدؓ نے بھی پیام دیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دو شخصوں کا پیغام اس لیے مسترد کر دیا کہ اول الذکر مفلس اور دوسرے تند مزاج تھے، پھر فاطمہؓ سے فرمایا کہ تم اسامہؓ سے نکاح کر لو۔ چونکہ فاطمہؓ کو خیال تھا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی زوجیت کا شرف عطا فرمائیں گے، اس لیے انکار کیا، ارشاد ہوا "خدا اور رسول کی اطاعت کرو، اس میں تمہارے لیے بھلائی ہے" یہ سن کر فاطمہؓ مجبور ہوئیں، اور حضرت اسامہؓ سے نکاح کر لیا، کہتی ہیں کہ پھر میں قابلِ رشک بن گئی۔[1]

سنہ ۲۳ھ میں جب حضرت عمرؓ نے انتقال کیا تو مجلسِ شوریٰ کا اجلاس فاطمہؓ ہی کے مکان میں ہوتا تھا۔[2]

سنہ ۵۴ھ میں حضرت اسامہؓ نے انتقال فرمایا، فاطمہؓ کو سخت صدمہ ہوا، دوسری شادی نہیں کی، اور اپنے بھائی ضحاک کے ساتھ رہیں، جب یزید نے اپنے عہد حکومت میں ان کو عراق کا گورنر مقرر کیا، تو فاطمہؓ بھی ان کے ساتھ کوفہ چلی گئیں، اور وہیں سکونت اختیار کی،

وفات | وفات کا سال معلوم نہیں، حضرت ابن زبیرؓ کے زمانۂ خلافت تک زندہ تھیں۔[3]

---

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۸۲، ابوداؤد ۱، ۵، ۵، و مسند ج ۶ ص ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۶

[2] صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۸۶

حلیہ | خوبصورت تھین،

فضل وکمال | اسد الغابہ مین ہے،

لہا عقل وکمال (ج ۵ - ص ۵۲۶) یعنی وہ نہایت عقیل اور صاحب کمال تھیں،

حضرت سعید بن زید کی صاحبزادی، عبد اللہ بن عمرو (ابن عثمان) کو منسوب تھین، انھون نے ان کو تین طلاقین دین، فاطمہؓ ان کی خالہ ہوتی تھین، کہلا بھیجا کہ میرے گھر چلی آؤ، مروان نے قبیصہ کو بھیجا کہ فاطمہؓ سے سبب دریافت کرو، قبیصہ نے آکر کہا کہ آپ ایک عورت کو ایام عدت گذرنے سے قبل کیوں گھر سے نکالتی ہین، بولین اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو یہی حکم دیا تھا، اس کے بعد اپنا واقعہ بیان کیا، اور اس کی قرآن مجید سے تائید کی، قرآن مجید میں ہے،

اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ	جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کو عدت
لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَ	کے وقت تک طلاق دو اور عدت کو
اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ	شمار کرو اور خدا سے ڈرو اور ان کو ان کے
مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ	گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ نکلیں مگر یہ کہ
اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (طلاق - ۱)	کھلی ہوئی بے حیائی کی مرتکب ہون،

یہ مراجعت کی صورت تھی، اس کے بعد ہے،

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ	پس جب میعاد کو پہنچ جائین تو انکو اچھی طرح
بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (طلاق - ۱)	روک رکھو یا اچھی طرح جدا کر دو،

اس بنا پر تین مرتبہ کے بعد پھر کسی صورت کا احتمال نہین ہے، اس کے بعد فرمایا کہ

نف ، ۲۷ ، ج ، ص ۱۶۴

چونکہ تمھارے نزدیک عورت جب تک حاملہ نہ ہو اس کا نفقہ نہ دینا چاہیے، اس لیے اس کو روک رکھنا بالکل بیکار ہے (جب مروان کو حضرت فاطمہؓ کی اس گفتگو کی اطلاع ہوئی تو کہا کہ ایک عورت کی بات ہے اور ان مطلقہ خاتون کو حکم دیا کہ اپنے گھر واپس آئیں۔ چنانچہ وہ واپس آئیں اور وہیں عدت گذاری[1])

فاطمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، جو متعدد اشخاص کے ذریعہ سے مروی ہیں، ان میں سے چند نام یہ ہیں۔

قاسم بن محمد، ابوبکر بن ابوالجہم، ابوسلمہ، سعید بن مسیب، عروہ، عبداللہ بن عبداللہ، اسود، سلیمان بن یسار، عبداللہ البہی، محمد بن عبدالرحمان بن ثوبان، شعبی، عبدالرحمن ابن عاصم، تمیم،

اخلاق | عادات و اخلاق نہایت شریفانہ تھے شعبی جو ان کے شاگرد تھے ملنے کو آئے تو انھوں نے چھوہارے کھلائے اور ستو پلایا[2]۔

---

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۰۴ و مسند ج ۶ ص ۴۱۵ و ۴۱۶ [2] صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۰۵

—————

(۳۲)

حضرت شفاؓ بنت عبد اللہ

نام و نسب | شفا نام، قبیلۂ قریش کے خاندان عدی سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، شفاء بنت عبد اللہ بن عبد شمس بن خلف بن سداد بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی ابن کعب بن لوی، والدہ کا نام فاطمہ بنت وہب بن عمرو بن عائذ بن عمر بن مخزوم تھا۔

نکاح | ابو حثمہ بن حذیفہ عدوی سے نکاح ہوا،

اسلام | ہجرت کے قبل مسلمان ہوئیں،

عام حالات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو بہت محبت تھی، آپ کبھی ان کے گھر تشریف لیجاتے تو آرام فرماتے تھے، انھوں نے آپ کے لیے علیحدہ ایک بچھونا اور ایک تہ بند رکھ چھوڑی تھی، چونکہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ جذب ہوتا تھا، یہ بڑی متبرک چیزیں تھیں، حضرت شفاؓ کے بعد ان کی اولاد نے ان تبرکات کو نہایت احتیاط سے محفوظ رکھا، لیکن مروان نے ان سے زبردستی لے لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ میں ایک مکان بھی عنایت فرمایا تھا، اور وہ اپنے بیٹے کے ساتھ اسی میں سکونت پذیر تھیں،

۱؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۲۰ ۲؎ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۸۶ (اصابہ ج ۸ ص ۱۲۱) ۳؎ اصابہ ص ۱۲۱ بحوالہ ابن سعد

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ان کو بلا کر ایک چادر عنایت کی، اور عاتکہ بنت اسید کو ان سے بہتر چادر دی، تو بولین تمھارے ہاتھ غبار آلود ہون، ان کو مجھ سے بہتر چادر دی، حالانکہ مین ان سے پہلے مسلمان ہوئی، تمھاری بنتِ عم بھی ہون، اس کے علاوہ تم نے مجھ کو طلب کیا تھا، اور یہ خود چلی آئین، حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ مین تمھین عمدہ چادر دیتا لیکن جب یہ آگئین تو مجھے ان کی رعایت کرنی پڑی، کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسباً قریب تر ہین[۱]،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۹۰۴ حالاتِ عاتکہؓ

———•○•※•○•———

(۳۳)

حضرت زینبؓ بنت ابی معاویہ

نام و نسب — زینب نام، رائطہ عرف، قبیلۂ ثقیف سے تھیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، زینب بنت عبد اللہ ابی معاویہ بن معاویہ بن عتاب بن اسعد بن غاضرہ بن حطیط بن جشم ابن ثقیف۔

نکاح — حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے نکاح ہوا، چونکہ ان کا کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا اور زینبؓ دستکار تھیں، اس لیے اپنے شوہر اور اولاد کی خود کفیل ہوئیں، ایک دن کہنے لگیں کہ تم نے اور تمہاری اولاد نے مجھ کو صدقہ و خیرات سے روک رکھا ہے جو کچھ کماتی ہوں تم کو کھلا دیتی ہوں، بھلا اس میں میرا کیا فائدہ؟ حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا تم اپنے فائدہ کی صورت نکال لو مجھکو تمہارا نقصان منظور نہیں حضرت زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور عرض کی کہ میں دستکار ہوں اور جو کچھ اس سے پیدا کرتی ہوں شوہر اور بال بچوں پر صرف ہو جاتا ہے، کیونکہ میرے شوہر کا کوئی ذریعۂ معاش نہیں ہے، اس بنا پر میں محتاجوں کو صدقہ نہیں دے سکتی۔ اس حالت میں کیا مجھکو کچھ ثواب ملتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم کو ان کی خبر گیری کرنا چاہیے۔[۱]

---

[۱] صحیح مسلم

عام حالات حضرت زینبؓ کے حالات بہت کم معلوم ہیں، سال وفات کا بھی یہی حال ہے۔

اولاد ابو عبیدہ جو اپنے زمانہ کے مشہور محدث گذرے ہیں، حضرت زینبؓ کے نور نظر تھے،

فضل وکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ سے چند حدیثیں روایت کیں، راویوں میں حسب ذیل اصحاب ہیں، ابو عبیدہ، عمرو بن حارث بن ابی ضرار، بسر بن سعید، عبید بن سباق، کلثوم، محمد بن عمرو بن حارث۔

اخلاق بارگاہ نبوت میں ان کو مخصوص درجہ حاصل تھا، اکثر آپ کے مکان میں آتی جاتی تھیں۔ ایک دن وہ آپ کے سر کے جوئیں دیکھ رہی تھیں، مہاجرین کی اور عورتیں بھی بیٹھی ہوئی تھیں، ایک مسئلہ پیش ہوا، تو انھوں نے اپنا کام چھوڑ کر بولنا شروع کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم آنکھ سے نہیں بولتی ہو، کام بھی کرو اور گفتگو بھی[1]،

---

[1] مسند ج ۶ ص ۳۶۳

—•—※—•—

(۳۴)

حضرت اسماءؓ بنت یزید

نام و نسب اسماء نام، ام سلمہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، اسماء بنت یزید بن السکن بن رافع بن امرء القیس بن زید بن عبد الاشہل بن جشم بن حارثہ بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔

اسلام ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں اور چند عورتوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لیے آئیں۔ آپ صحابہ کے مجمع میں تشریف فرما تھے، انھوں نے عرض کی کہ "مسلمان عورتوں کی طرف سے ایک پیغام لیکر آئی ہوں، خدا نے آپ کو مرد و عورت سب کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے، ہم نے آپ کی پیروی کی ہے، اور آپ پر ایمان لائے ہیں لیکن ہماری حالت مردوں سے بالکل جداگانہ ہے، ہم پردہ نشین ہیں، اس لیے جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہو سکتے، اور مرد جمعہ اور جماعت میں شریک ہوتے ہیں، مریضوں کی عیادت کرتے ہیں، نماز جنازہ پڑھتے ہیں، حج کو جاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاد کرتے ہیں، لیکن ان تمام صورتوں میں ہم گھر میں بیٹھ کر ان کی اولاد کو پالتے ہیں، گھروں کی حفاظت کرتے ہیں، کپڑوں کے لیے چرخہ کاتتے ہیں، تو کیا اس صورت میں ہم کو بھی کچھ ثواب ملے گا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو صحابہ سے فرمایا کہ تم نے کسی عورت سے ایسی گفتگو بھی سنی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں، آپ نے اسماءؓ کو جواب دیا کہ عورت کے لیے شوہر کی رضا جوئی نہایت ضروری چیز ہے، اگر وہ فرائض زوجیت ادا کرتی

اور شوہر کی مرضی پر چلتی ہے تو مرد کو جس قدر ثواب ملتا ہے، عورت کو بھی اسی قدر ملتا ہے[1]،

جامع ترمذی، ابن سعد اور مسند ابن حنبل مین اس بیعت کا کسی قدر تذکرہ آیا ہے، مسند مین ہے کہ اس بیعت مین اسمارؓ کی خالہ بھی شریک تھین، جو سونے کے کنگن اور انگوٹھیان پہنے تھین، آپ نے فرمایا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ بولین نہین، فرمایا تو کیا تم کو یہ پسند ہے کہ خدا آگ کے کنگن اور انگوٹھیاں پہنائے، حضرت اسمارؓ نے کہا خالہ ان کو اتار دو، چنانچہ فوراً تمام چیزین اتار کر پھینک دین، اسمارؓ نے کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم زیور نہ پہنین گے تو شوہر بے وقعت سمجھے گا، ارشاد ہوا "تو پھر چاندی کے زیور بنواؤ اور ان پر زعفران مل لو، کہ سونے کی چمک پیدا ہو جائے" غرض ان باتون کے بعد جب بیعت کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی چند اقرار کرائے، حضرت اسمارؓ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ سے بیعت کرتے ہین، اپنا ہاتھ بڑھایئے، فرمایا مین عورتون سے مصافحہ نہین کرتا،

بعض روایتون مین یہ بھی ہے کہ کنگن کا واقعہ خود حضرت اسمارؓ کا تھا،

عام حالات سنہ ھ مین حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی اور وہ اپنے میکہ سے کاشانۂ نبوت مین آئین، تو جن عورتون نے ان کو سنوارا تھا، ان مین حضرت اسمارؓ بھی داخل تھین، حضرت عائشہؓ کو جلوے مین بٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی، آپ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے، کسی نے دودھ پیش کیا تو تھوڑا سا پی کر حضرت عائشہؓ کو دیدیا، ان کو شرم معلوم ہوئی اور سر جھکا لیا، حضرت اسمارؓ نے ڈانٹا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دیتے ہین، لے لو، حضرت عائشہؓ نے دودھ لے کر کسی قدر پی لیا، اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسمارؓ کو دیا، انھون نے پیالہ کو

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۸ و استیعاب ج ۲ ص ۷۲۶، [2] ان واقعات کے لیے دیکھو مسند ج ۶ ص ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۸، ۴۶۰،

گھٹنے پر رکھ کر گردن دبا کر بیٹھ گیا کہ بس حضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا تھا وہاں ہی منہ رکھ کر پی جائے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور عورتوں کو بھی دو لیکن سب نے جواب دیا کہ ہم کو اس وقت خواہش نہیں ہے، ارشاد ہوا بھوک کے ساتھ جھوٹ بھی؟

سنہ ۱۵ھ یرموک کا واقعہ پیش آیا، اس میں حضرت اسماءؓ نے اپنے خیمہ کی چوب سے ۹ رومیوں کو قتل کیا،

وفات | یرموک کے بعد مدت تک زندہ رہیں، اور پھر وفات پائی، وفات کا سال معلوم نہیں ہے،

فضل و کمال | حضرت اسماءؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، جن کے راوی اصحاب ذیل ہیں، محمود بن عمرو انصاری، مہاجر بن ابی مسلم، شہر بن حوشب، مجاہد، اسحاق بن راشد لیکن ان میں سب سے زیادہ شہر بن حوشب نے روایتیں کی ہیں،

اخلاق | استیعاب میں ہے،

كانت من ذوات العقل والدين — یعنی وہ عقل اور دین دونوں سے متصف تھیں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتی تھیں، ایک مرتبہ ناقۂ عضباء کی مہار تھامے تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی، ان کا بیان ہے کہ وحی کا اتنا بار تھا کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں اونٹنی کے ہاتھ پاؤں نہ ٹوٹ جائیں،

حضرت اسماءؓ اکثر اوقات کاشانۂ نبوت میں حاضر ہوتیں، ایک مرتبہ بیٹھی تھیں کہ آنحضرت

---

۱ مسند ج ۶ ص ۴۵۸ ۲ اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۸ ۳ مسند ج ۶ ص ۴۵۹ ۴ ایضاً ص ۴۵۵ و ۴۵۴ و ۴۵۸

صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا، گھر میں کہرام مچ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ واپس آئے تو وہی حالت قائم تھی، فرمایا کیوں روتی ہو؟ حضرت اسمأؓ نے کہا ہماری حالت یہ ہے کہ لونڈی آٹا گوندھنے بیٹھی ہے ہم کو سخت بھوک ہوتی ہے وہ پکا کر فارغ نہیں ہوتی کہ ہم بھوک سے بیتاب ہو جاتے ہیں، پھر دجال کے زمانہ میں جو قحط پڑیگا اس پر کیونکر صبر کرسکیں گے (یعنی فوراً اس کے دام میں پھنس جائیں گے)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن تسبیح اور تکبیر بھوک سے بچائے گی، پھر کہا رونے کی ضرورت نہیں، اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں خود سینہ سپر ہوں گا، ورنہ میرے بعد خدا ہر مسلمان کی حفاظت کرے گا[1]۔

مہمان نواز تھیں (ایک بار حضرت) شہرؓ بن حوشب آئے تو (انھوں نے) ان کے سامنے کھانا رکھا (حضرت شہرؓ بن حوشب نے) انکار کیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ بیان کیا (جس سے یہ اشارہ مقصود تھا کہ انکار مناسب نہیں ہے)، انھوں نے کہا اب دوبارہ ایسی غلطی نہ کروں گا[2]۔

---

[1] مسند ج ۶ ص ۴۵۳ و ۴۵۴ [2] ایضاً ص ۴۵۸،

(۳۵)

حضرت امّ الدرداءؓ

نام و نسب ام الدرداء دو تھین، اور دونون حضرت ابو درداءؓ کے عقد نکاح مین آئین لیکن جو بڑی تھین وہ صحابیہ ہین، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے قول کے مطابق انکا نام خیرہ تھا، اور ابو حدرد اسلمی کی صاحبزادی تھین،

وفات حضرت ابو درداءؓ سے دو سال قبل شام مین وفات پائی یہ خلافت عثمانی کا زمانہ تھا،

فضل و کمال حافظ ابن عبد البر لکھتے ہین،

کانت من فضلی النساء وعقلائھن	وہ بڑی عاقلہ، فاضلہ اور صاحب
وذوات الرأی فیھن[۱]	الرائے تھین،

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو درداءؓ سے چند حدیثین روایت کی ہین، ان کے شاگرد میمون بن مہران ہین، جن کی سماعت پر جمہور کا اتفاق ہے، حافظ ابن عبد البر نے بعض اور راویون کے نام بھی لکھے ہین لیکن یہ سخت غلطی ہی کیونکہ ان مین سی کسی نے ام الدرداءؓ کا زمانہ نہین پایا،

اخلاق نہایت عابدہ اور زاہدہ تھین،[۲]

(۱؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۴۰) ۲؎ ایضاً۔

(۳۶)

حضرت ام حکیمؓ

نام ونسب قریش کے خاندان مخزوم سے تھیں باپ کا نام حارث بن ہشام بن المغیرہ اور ماں کا فاطمہ بنت الولید تھا، فاطمہ حضرت خالدؓ بن الولید کی ہمشیر تھیں۔

نکاح عکرمہ بن ابوجہل سے (جو ان کے ابن عم تھے) شادی ہوئی۔

عام حالات غزوۂ احد میں کفار کے ساتھ شریک تھیں لیکن جب ۸ھ میں مکہ فتح ہوا تو پھر اسلام سے چارہ نہ تھا، ان کا خسر (ابوجہل) مکہ میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور کفر کا سرغنہ رہ چکا تھا، شوہر (عکرمہ) کی رگوں میں بھی اسی کا خون دوڑتا تھا، ماموں (خالد) بھی مدت سے اسلام سے برسرپیکار رہ چکے تھے لیکن بااینہمہ ام حکیمؓ نے اپنی فطری سلامت روی کی بنا پر فتح مکہ میں اسلام قبول کرنے میں بہت عجلت کی۔ ان کے شوہر جان بچا کر یمن بھاگ گئے تھے، ام حکیمؓ نے ان کے لیے امن کی درخواست کی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن عفو نہایت کشادہ تھا، غرض یمن جا کر ان کو واپس لائیں، اور عکرمہ نے صدق دل سے اسلام قبول کیا، حضرت عکرمہؓ نے مسلمان ہو کر پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ [illegible] غزوات میں شرکت کی اور بڑی پامردی اور جانبازی کی [illegible] حضرت عکرمہؓ [illegible] شہید [illegible]
نے عدت [illegible]

ادا کرنے کی تیاریاں ہوئیں، چونکہ نکاح مرج الصفر میں ہوا تھا جو دمشق کے قریب ہے اور
ہر وقت رومیوں کے حملہ کا اندیشہ تھا، حضرت ام حکیمؓ نے خالدؓ سے کہا کہ ابھی توقف کرو"
لیکن خالدؓ نے کہا کہ مجھے اسی معرکہ میں اپنی شہادت کا یقین ہے، غرض ایک پل کے پاس
جو اب قنطرہ ام حکیم کہلاتا ہے، رسم عروسی ادا ہوئی، دعوت ولیمہ سے لوگ فارغ نہیں ہوئے
تھے کہ رومی آپہنچے، اور لڑائی شروع ہو گئی، خالدؓ بھی اس جنگ میں گئے اور شہادت حاصل
کی حضرت ام حکیمؓ اگرچہ عروس تھیں، تاہم اٹھیں، کپڑوں کو باندھا، اور خیمہ کی چوب اکھاڑ کر
کفار پر حملہ کیا، لوگوں کا بیان ہے کہ انھوں نے اس چوب سے ۷ کافروں کو قتل کیا تھا[1]۔

وفات | حضرت ام حکیمؓ کی وفات کا زمانہ معلوم نہیں، اولاد کا بھی یہی حال ہے،

(1 اصابہ ج ۸ ص ۲۲۵)

(۳۷)

حضرت خنساءؓ

نام ونسب تماضر نام، خنساء لقب، قبیلۂ قیس کے خاندان سلیم سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، خنساء بنت عمرو بن الشرید بن رباح بن یقظہ بن عصیۃ بن خفاف بن امراء القیس بن بہثہ ابن سلیم بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر، نجد کی رہنے والی تھیں،

نکاح پہلا نکاح قبیلۂ سلیم کے ایک شخص رواحہ بن عبد العزیٰ سے ہوا، اس کے انتقال کے بعد مرداس بن ابو عامر کے عقد نکاح میں آئیں۔[1]

اسلام پیری کا زمانہ تھا کہ مکہ کے افق سے ماہتاب رسالت طلوع ہوا، حضرت خنساءؓ کو خبر ہوئی تو اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ مدینہ میں آئیں، اور مشرف باسلام ہوئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک ان کے اشعار سنتے اور تعجب کرتے رہے، یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے۔[2]

عام حالات حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں جب قادسیہ (عراق) میں جنگ ہوئی تو حضرت خنساءؓ اپنے چار بیٹوں کو لیکر میدان میں آئیں، اور ان کو مخاطب کرکے یہ نصیحت کی، پیارے بیٹو! تم نے اسلام اور ہجرت اپنی مرضی سے اختیار کی ہے، ورنہ تم اپنے ملک کو بھاری نہ تھے، اور نہ تمہارے یہاں قحط پڑا تھا، باوجود اس کے تم اپنی بوڑھی ماں

---

[1] طبقات منشور لابن قتیبہ ص ۱۹۷ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۱)

کو یہاں لائے اور فارس کے آگے ڈال دیا، خدا کی قسم! تم ایک ماں اور باپ کی اولاد ہو میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا، تم جانتے ہو کہ دنیا فانی ہے، اور کفار سے جہاد کرنے میں بڑا ثواب ہے، خداوند تعالیٰ فرماتا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا، کل صبح اٹھ کر لڑنے کی تیاری کرو اور آخر وقت تک لڑو" چنانچہ بیٹوں نے ایک ساتھ باگیں اٹھائیں، اور نہایت جوش میں رجز پڑھتے ہوئے بڑھے، اور شہید ہوئے، حضرت خنساءؓ کو خبر ہوئی تو خدا کا شکر ادا کیا،

حضرت عمرؓ ان کے لڑکوں کو ۲۰۰ درہم سالانہ وظیفہ عطا کرتے تھے، ان کی شہادت کے بعد یہ رقم حضرت خنساءؓ کو ملتی رہی،[2]

وفات اس واقعہ کے دس برس کے بعد حضرت خنساءؓ نے وفات پائی، سال وفات ۲۴ھ ہے،

اولاد چار لڑکے تھے جو قادسیہ میں شہید ہوئے، ان کے نام یہ ہیں، عبداللہ، ابو شجرہ (پہلے شوہر سے تھے) زید، معاویہ، (دوسرے شوہر سے)

فضل وکمال اقسام سخن میں سے مرثیہ میں حضرت خنساءؓ اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،[3]

اجمع اھل العلم بالشعر انہ	یعنی ناقدانِ سخن کا فیصلہ ہے کہ
لم تکن امرءۃ قبلھا ولا بعدھا	خنساءؓ کے برابر کوئی عورت شاعر
اشعر منھا	نہیں پیدا ہوئی

لیلائے اخیلیہ کو شعراء نے تمام شاعر عورتوں کا سرتاج تسلیم کیا ہے، تاہم اس میں بھی

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۲ [2] ایضاً [3] ایضاً ص ۴۴۱

حضرت خنساؓ مستثنیٰ رکھی گئی ہیں[1]، بازار عکاظ میں جو شعرائے عرب کا سب سے بڑا مرکز تھا حضرت خنساؓ کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان کے خیمے کے دروازہ پر ایک علم نصب ہوتا تھا، جس پر یہ الفاظ لکھے تھے، ارثی العرب یعنی عرب میں سب سے بڑی مرثیہ گو، نابغہ جو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا شاعر تھا، اس کو حضرت خنساؓ نے اپنا کلام سنایا تو بولا کہ اگر میں ابوبصیر (اعشیٰ) کا کلام نہ سن لیتا تو تجھ کو تمام عالم میں سب سے بڑا شاعر تسلیم کرتا۔[2]

حضرت خنساؓ ابتداءً ایک دو شعر کہتی تھیں، لیکن صخر کے مرنے سے ان کو جو صدمہ پہنچا اس نے ان کی طبیعت میں ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا، چنانچہ کثرت سے مرثیے لکھے ہیں، یہ شعر خاص طور پر مشہور ہے،

وان صخرا لتأتم الهداة به — كأنه علم في راسه نار

صخر کی بڑے بڑے لوگ اقتدا کرتے ہیں — گویا وہ ایک پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے

حضرت خنساؓ کا دیوان بہت ضخیم ہے، ۱۸۸۸ء میں بیروت میں مع شرح کے چھاپا گیا ہے، اس میں حضرت خنساؓ کے ساتھ ۶۰ عورتوں کے اور بھی مرثیے شامل ہیں، ۱۸۸۹ء میں اس کا فرنچ زبان میں ترجمہ ہوا، اور دوبارہ طبع کیا گیا۔

---

[1] طبقات الشعراء ص ۲۰۱ [2] ایضاً ص ۱۹۸

(۳۸)

حضرت ام حرامؓ

نام و نسب نام معلوم نہین، ام حرام کینت تھی، قبیلۂ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تھین، سلسلۂ نسب یہ ہے، ام حرام بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی ابن نجار، والدہ کا نام ملیکہ تھا جو مالک بن عدی بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی دختر تھین، اس بنا پر ام حرام حضرت ام سلیمؓ کی بہن اور حضرت انسؓ کی خالہ ہوتی ہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان کا کوئی رشتہ تھا،

نکاح عمرو بن قیس انصاریؓ سے نکاح ہوا لیکن جب انھون نے احد مین شہادت پائی تو حضرت عبادہؓ بن صامت کے عقد نکاح مین آئین [illegible] صحابی تھے.

عام حالات اور وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی قبا کی طرف [illegible] ام حرامؓ کے گھر آتے اور کھانا نوش فرماتے [illegible]

لائے اور کھانا کھا کر [illegible] آپ کو نیند آ گئی [illegible]

لیکن تھوڑی دیر [illegible] فرمایا [illegible] خواب دیکھا [illegible]

[illegible] میری امت کے کچھ لوگ [illegible]

ام حرام [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

لہ تہذیب ج ۱۲ ص [illegible]

دعا کی اور پھر آرام فرمایا، کچھ دیر کے بعد پھر مسکراتے ہوئے اٹھے اور وہی خواب کہا، عاید کیا، حضرت ام حرام نے پھر اپنی شرکت کے لیے دعا کی درخواست کی، فرمایا تم پہلی جماعت کے ساتھ ہو، اس خواب کی تعبیر ۲۸ھ میں پوری ہوئی،

حضرت امیر معاویہؓ حضرت عمرؓ کی طرف سے شام کے حاکم تھے، انھوں نے متعدد بار جزائر پر حملہ کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت عمرؓ نے اجازت نہیں دی، حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں انھوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اجازت ملی، انھوں نے جزیرہ قبرس (سائپرس) پر حملہ کرنے کے لیے ایک بیڑا تیار کیا، اس حملہ میں بہت سے صحابہ شریک تھے، حضرت ابوذر، حضرت ابو درداء، حضرت عبادہؓ بن صامت، حضرت ام حرامؓ بھی ان ہی مین داخل تھین، بیڑا حمص کے ساحل سے روانہ ہوا، اور قبرس فتح ہو گیا، واپسی مین حضرت ام حرامؓ سواری پر چڑھ رہی تھین کہ نیچے گرین اور جان بحق تسلیم ہوئیں، لوگوں نے وہیں ان کو دفن کر دیا،

اولاد | حضرت ام حرامؓ سے ۳ لڑکے پیدا ہوئے، پہلے شوہر سے قیس اور عبداللہ اور حضرت عبادہؓ سے محمد،

فضل وکمال | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کیں، راویوں مین حضرت عبادہؓ، حضرت انسؓ، عمرو بن اسود، عطاء بن یسار، اور یعلیٰ بن شداد بن اوس ہیں،

لہ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۵۵ کہ زرقانی ج ۳ ص ۱۱ سہ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۹

(۳۹)

حضرت ام ورقہ رضؓ بنت عبداللہ

نام و نسب نام معلوم نہیں، ام ورقہ کنیت اور انصار کے کسی قبیلہ سے تھیں، سلسلہ نسب یہ ہے
ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث بن عویمر بن نوفل،

اسلام ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں،

غزوات غزوۂ بدر پیش آیا تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرکت کی اجازت مانگی
کہ مریضوں کی تیمارداری کرونگی، ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں شہادت نصیب ہو، آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم گھر میں رہو خدا تم کو وہیں شہادت عطا فرمائے گا"

شہادت چونکہ قرآن پڑھی ہوئی تھیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو
عورتوں کا امام بنایا تھا، اس لیے درخواست کی کہ ایک موذن بھی مقرر فرمادیئے
چنانچہ موذن اذان دیتا اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں[1]، راتوں کو قرآن پڑھا
کرتیں، انھوں نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو مدبر بنایا یعنی اس شرط پر آزادی
کا وعدہ کیا تھا کہ میرے بعد تم آزاد ہو، ان بدبختوں نے اس وعدے سے (ناجائز
فائدہ) اٹھانا چاہا، اور رات کو ایک چادر ڈال کر ان کا کام تمام کر دیا، یہ خلافت
فاروقی کا واقعہ ہے، صبح کو حضرت عمرؓ نے لوگوں سے پوچھا، آج خالہ کے پڑھنے

---

[1] عورتوں امامت کے متعلق دیباچہ کے صفحہ پر ایک نوٹ ہے وہ ملاحظہ ہو۔

کی آواز نہیں آئی، معلوم نہیں کیسی ہیں؟ مکان میں گئے تو دیکھا کہ ایک چادر میں لپٹی پڑی ہوئی ہیں، نہایت افسوس ہوا اور فرمایا خدا اور رسول نے سچ کہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ "شہیدہ کے گھر چلو" اس کے بعد منبر پر چڑھے اور کہا غلام اور لونڈی دونوں گرفتار کیے جائیں، چنانچہ وہ گرفتار ہو کر آئے، تو حضرت عمرؓ نے ان کو سولی پر لٹکا دیا، (یہ دونوں وہ پہلے مجرم ہیں، جنکو مدینہ منورہ میں سولی دی گئی)[1]

[1] اصابہ ج ۸ ص ۲۸۹

(۴۰)

حضرت ہند

نام و نسب ہند نام، قبیلۂ قریش سے تھیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف، ہند کا باپ قریش کا سب سے معزز رئیس تھا،

نکاح فاکہ بن مغیرہ مخزومی سے نکاح ہوا لیکن پھر کسی وجہ سے جھگڑا ہو گیا تو ابوسفیان بن حرب کے عقد میں آئیں جو قبیلۂ امیہ کے مشہور سردار تھے۔

عام حالات عتبہ، ابوسفیان اور ہند تینوں کو اسلام سے سخت عداوت تھی، اور وہ اسلام کی اشاعت کو نہایت رشک سے دیکھتے تھے، اور حتی الامکان اس کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے تھے، عتبہ اپنے قبیلہ کا سردار تھا لیکن جب بدر کا معرکہ جو اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ تھا، قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ابوجہل اور عتبہ وغیرہ کی قتل ہو چکے تو ابوسفیان بن حرب نے جو عتبہ کے داماد تھے، ان کی جگہ لی اور ابوجہل کی طرح مکہ میں ان کی سیادت مسلم ہو گئی چنانچہ بدر کے بعد جس قدر معرکے پیش آئے ابوسفیان سب میں پیش پیش تھے، غزوۂ احد ان ہی کے جوش انتقام کا نتیجہ تھا، اس موقع پر ان کے ساتھ ان کی بیوی ہند بھی آئی تھیں جنھوں نے اپنے باپ کے انتقام میں سنگدلی اور خونخواری کا ایسا خوفناک منظر پیش کیا جس کے تخیل سے بھی جسم زرد ہو جاتا ہے، حضرت حمزہ آنحضرت صلعم کے چچا تھے، انھوں نے عتبہ کو قتل کیا تھا، ہند ان کی فکر میں تھیں، چنانچہ انھوں نے وحشی کو

جو جبیر بن مطعم کے غلام اور حربہ اندازی مین کمال رکھتے تھے حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کیا تھا، (یہ حضرت وحشیؓ کے قبل از اسلام کا واقعہ ہے) اور یہ اقرار ہوا کہ اس کارگذاری کے صلہ مین وہ آزاد کر دیے جائین گے، چنانچہ حضرت حمزہؓ جب ان کے برابر آئے تو وحشی نے حربہ پھینک کر مارا جو ناف مین لگا اور پار ہو گیا، حضرت حمزہؓ نے ان پر حملہ کرنا چاہا لیکن لڑکھڑا کر گر پڑے اور روح پرواز کر گئی،

خاتونانِ قریش نے انتقام بدر کے جوش مین مسلمانون کی لاشون سے بھی بدلہ لیا تھا ان کے ناک کان کاٹ لیے، ہند نے ان پھولون کا ہار بنایا، اور اپنے گلے مین ڈالا، حضرت حمزہؓ کی لاش پر گئین، اور ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئین، لیکن گلے سے اتر نہ سکا، اس لیے اُگل دینا پڑا (حضرت ابوسفیانؓ اور ہند کے یہ سب واقعات اسلام قبول کرنے سے پہلے کے ہین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فعل سے جس قدر صدمہ ہوا تھا اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ لیکن ایک اور چیز تھی جو ایسے نازک موقعون پر بھی آپ کے دامن کو شکن آلود نہین ہونے دیتی تھی،

اسلام | چنانچہ جب مکہ فتح ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون سے بیعت لینے کے لیے بیٹھے تو مستورات مین ہند بھی آئین اور چونکہ عموماً نقاب پہنتی تھین [illegible] آئین، جس سے اس وقت یہ غرض بھی تھی کہ کوئی ان کو پہچانے [illegible] ہند [illegible] نے نہایت دلیری سے باتین کین، جو حسب ذیل ہین،

ہند۔ یا رسول اللہ! آپ ہم سے کن باتون کا اقرار لیتے ہین،

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک [illegible]

ہند۔ یہ اقرار آپ نے مردون سے تو نہین لیا، لیکن بہرحال ہم کو منظور ہے،

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) چوری نہ کرنا۔

ہند۔ میں اپنے شوہر کے مال میں سے کچھ لے لیا کرتی ہوں معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہند۔ ربیناھم صغارا وقتلتھم کبارا فانت وھم اعلم، ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا بڑے ہوئے تو جنگ بدر میں آپ نے ان کو مار ڈالا، اب آپ اور وہ باہم سمجھ لیں،

(اس دیدہ دلیری کے باوجود) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند سے درگذر فرمایا، (ہند کے قلب پر اس کا بہت اثر ہوا) اور ان کے دل نے اندر سے گواہی دی کہ آپ سچے پیغمبر ہیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اس سے پہلے آپ کے خیمہ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی مبغوض خیمہ نہ تھا لیکن اب آپ کے خیمہ سے زیادہ کوئی محبوب خیمہ میرے نزدیک نہیں ہے۔[1]

حضرت ہندؓ مسلمان ہو کر گھر گئیں تو اب وہ ہند نہ تھیں، ابن سعد نے لکھا ہے کہ انھوں نے گھر جا کر بت توڑ ڈالا اور کہا کہ ہم تیری طرف سے دھوکے میں تھے۔[2]

(اسد الغابہ میں ان کے حسن اسلام کی نسبت لکھا ہے کہ اسلمت یوم الفتح و حسن اسلامھا)[3]

غزوات | فتح مکہ کے بعد اگرچہ اسلام کو علانیہ غلبہ حاصل ہو گیا تھا، اور اس لیے عورتوں کو غزوات میں شریک ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی، تاہم جب حضرت عمرؓ کے عہد میں روم و فارس کی مہم پیش آئی تو بعض مقامات میں اس شدت کا رن پڑا کہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی تیغ و خنجر سے کام لینا پڑا، چنانچہ شام کی لڑائیوں میں جنگ یرموک ایک یادگار جنگ تھی، اس میں حضرت ہند اور ان کے شوہر حضرت ابوسفیانؓ دونوں نے شرکت کی

---

[1] صحیح بخاری [2] اصابہ ج ۸ ص ۲۰۶ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۶۲

(۴۱)

حضرت ام کلثومؓ بنت عقبہ

نام و نسب اور اسلام ام کلثوم کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف، والدہ کا نام اروی بنت کریز تھا، اس بنا پر حضرت عثمانؓ اور حضرت ام کلثومؓ اخیافی بھائی بہن ہیں، ام کلثومؓ کا باپ عقبہ بن ابی معیط قبیلۂ امیہ کا ایک ممتاز شخص تھا، اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی لیکن خدا کی قدرت دیکھو! اس نے اسی ظلمتکدہ میں ایمان کا چراغ روشن کیا، یعنی اس کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ مشرف باسلام ہوئیں،

ہجرت سنہ ۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد حضرت ام کلثومؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، خزاعہ کے ایک شخص کے ہمراہ مکہ سے پاپیادہ روانہ ہوئیں، چونکہ بھاگ کر نکلی تھیں، اس لیے انکے بھائی پیچھے آئے، مدینہ پہنچیں تو دوسرے دن وہ بھی پہنچ گئے، حضرت ام کلثومؓ نے فریاد کی کہ مجھ کو اپنے ایمان کا خوف ہے، میں عورت ہوں اور عورتیں کمزور ہوتی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ میں یہ شرط کی تھی کہ قریش کا کوئی آدمی مدینہ آئے گا، تو واپس کر دیا جائے گا، اس لیے آپ کو فکر ہوئی لیکن چونکہ اس میں عورتیں داخل نہ تھیں، اس لیے ان کے متعلق خاص یہ آیت اتری،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ   مسلمانو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں

المومنات مهاجرات فامتحنوهن — ہجرت کرکے آئیں تو انکو جانچ لو خدا ان کے

الله اعلم بايمانهن فان علمتموهن — ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے اب اگر انکو معلوم

مومنات فلا ترجعوهن الى الكفار — ہوکر وہ مسلمان ہیں تو انکو کافروں کے پاس واپس نہ بھیجو،

اور آپ نے اسی کے مطابق حضرت ام کلثومؓ کو واپس کرنے سے انکار کر دیا،

نکاح: حضرت ام کلثومؓ اب تک کنواری تھیں، اس لیے حضرت زید بن حارثہؓ سے کہ بڑے مشہور صحابی تھے، ان کا نکاح کیا گیا، لیکن جب زیدؓ نے غزوۂ موتہ میں شہادت پائی تو حضرت زبیرؓ بن العوام کے عقد نکاح میں آئیں، لیکن انھوں نے طلاق دیدی، اور حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے نکاح ہوا، ان کی وفات کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص سے نکاح پڑھایا، اور یہ آخری نکاح تھا،

وفات | ایک مہینہ کے بعد وفات پائی، اس زمانہ میں حضرت عمروؓ والی مصر تھے،

اولاد | حضرت ام کلثومؓ کے حضرت زیدؓ اور حضرت عمروؓ بن عاص سے کوئی اولاد نہیں پیدا ہوئی لیکن حضرت زبیرؓ سے زینب اور حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے ابراہیم، حمید، محمد اور اسمٰعیل پیدا ہوئے۔

فضل وکمال | حمید اور ابراہیم نے ان سے کچھ حدیثیں روایت کی ہیں،

: (۴۲) :

حضرت زینبؓ بنت ابی سلمہ

نام ونسب زینب نام، قبیلہ مخزوم سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، زینب بنت ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن عمرو بن مخزوم، حبشہ میں حضرت ام سلمہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں اور ان ہی کے ساتھ کچھ زمانہ کے بعد مدینہ کو ہجرت کی، حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ نے دودھ پلایا، پہلے برہ نام تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب نام رکھا۔[۱]

عام حالات ۴ھ میں ابو سلمہؓ نے وفات پائی، تو حضرت ام سلمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں، اس وقت زینبؓ شیر خوار تھیں، والدہ ماجدہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش تربیت میں آئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت تھی، بے دلا پہنچ گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، آپؐ غسل فرماتے تو انکے منہ پر پانی چھڑکتے تھے، لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی برکت تھی کہ بڑھاپا تک ان کے چہرے پر شباب کا آب ورنگ باقی رہا،

حضرت عبداللہؓ بن زمعہ بن اسود اسدی سے شادی ہوئی، دو لڑکے پیدا ہوئے، جن میں ایک کا نام ابو عبیدہ تھا، ۶۳ھ میں حرہ کی لڑائی میں دونوں کام آئے، حضرت زینبؓ کے سامنے ان کی لاشیں لاکر رکھی گئیں، انھوں نے انا للہ پڑھا، اور کہا کہ مجھ پر بہت

۱؎ اصابہ ج ۸ ص ۹۶ بحوالہ ابن سعد ۲؎ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۳۱ باب استحباب تغییر الاسم القبیح الی حسن

حضرت امِ ابی ہریرہؓ

نام ونسب | [illegible] بن حارث [illegible]

اسلام | اگرچہ حضرت ابوہریرہؓ ابتدا سے مسلمان ہو چکے تھے تاہم وہ مشرکہ تھیں، ایک مرتبہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی، تو حضرت ابوہریرہؓ کو سخت ناگوار ہوا، روتے ہوئے خدمت اقدس میں پہنچے اور کہا حضور! اب میری ماں کے مسلمان ہونے کے لیے دعا فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی، ادھر ان کی حالت میں دفعۃً انقلاب پیدا ہوگیا، غسل کرکے کپڑے بدلے اور حضرت ابوہریرہؓ کے سامنے کلمہ پڑھا، حضرت ابوہریرہؓ فرط مسرت سے آبدیدہ ہوگئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا شکر ادا کیا،[1]

وفات | وفات کی تاریخ معلوم نہیں،

اولاد | اولاد میں حضرت ابوہریرہؓ زیادہ مشہور ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۰ (باب فضائل ابی ہریرہؓ)

(۴۴)

حضرت خولہؓ بنت حکیم

نام و نسب خولہ نام، ام شریک کنیت، قبیلہ سلیم سے تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ ہوتی تھیں، نسب نامہ یہ ہے، خولہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن الاوقص بن مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم،

نکاح حضرت عثمانؓ بن مظعون سے جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے، نکاح ہوا،

عام حالات مسلمان ہوکر مدینہ کو ہجرت کی، ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد حضرت عثمانؓ بن مظعون نے وفات پائی تو حضرت خولہؓ نے دوسرا نکاح نہیں کیا، اکثر پریشان رہتی تھیں، صحیح بخاری میں روایت آئی ہے کہ انہوں نے اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا[۲]

فضل و کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۵ حدیثیں روایت کیں، راویان حدیث میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، سعید بن المسیب، بشر بن سعید، عروہ وغیرہ بڑے پایہ کے داخل ہیں،

اخلاق اسد الغابہ میں ہے، وکانت صالحۃ فاضلۃ "وہ ایک نیک بی بی تھیں" مسند میں ہے تصوم النہار و تقوم اللیل یعنی دن کو روزہ رکھتی اور رات کو عبادت کرتی تھیں"

ابتدا زیور کا بڑا شوق تھا، چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر طائف فتح ہو تو آپ مجھکو فلاں عورت کا زیور دیدیجئے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر خدا اسکی اجازت نہ دے تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں[۳]

---

۱ مسند ج ۶ ص ۴۰۹ ۲ بخاری ج ۲ ص ۷۶۶ (باب ہل للمرأۃ ان تہب نفسہا لاحد) و تہذیب ج ۱۲ ص ۴۱۵
۳ اصابہ ج ۸ ص ۷۰

(۴۵)

حضرت حمنہؓ بنت جحش

نام و نسب | حمنہ نام، حضرت زینبؓ کی ہمشیرہ تھین، سلسلۂ نسب اوپر گذر چکا ہے،

نکاح | حضرت مصعبؓ بن عمیر سے نکاح ہوا،

اسلام | اور انہی کے ساتھ دائرۂ اسلام مین داخل ہوئین،

عام حالات | مدینہ کی ہجرت کا شرف حاصل کیا، اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کی عورتون سے بیعت لی تو اس مین یہ بھی شامل ہوئین، مسند ابن حنبل اور ابن سعد وغیرہ مین اکثر عورتون کے تذکرہ مین لکھا ہے کہ کانت من المبایعات، اس سے یہی بیعت مراد ہے، چنانچہ حضرت اسماء بنت یزیدؓ کے حالات مین ہم اس کا ذکر کر آئے ہین،

غزوات مین سے احد مین نہایت نمایان شرکت کی، وہ پانی پلاتین، اور زخمیون کا علاج کرتی تھین، ان کے علاوہ اور عورتین بھی یہ خدمت انجام دے رہی تھین، چنانچہ رفیدہؓ اور ام کبشہؓ وغیرہ کی نسبت بھی اسی قسم کی تصریحات موجود ہین،

اس واقعہ مین حضرت حمنہؓ کے شوہر حضرت مصعبؓ بن عمیر نے شہادت پائی جن کے بعد انھون نے حضرت طلحہؓ سے کہ عشرۂ مبشرہ مین تھے، نکاح کیا،

افک کے واقعہ مین منافقین کے ساتھ غلطی سے جو مسلمان شریک ہوگئے تھے ان مین حضرت حسانؓ اور حضرت مسطحؓ کے ساتھ حضرت حمنہؓ بھی تھین، چنانچہ صحیح بخاری مین

حضرت عائشہؓ سے منقول ہے۔[1]

وطفقت اختہا حمنۃ تحارب	یعنی حضرت زینبؓ کی بہن حمنہ برابر میرے
لہا فہلکت فیمن ہلک من اصحاب	خلاف رہین، یہانتک کہ وہ اصحاب افک
الافک	کی طرح برباد ہوئیں۔

فتح الباری مین ہے کہ حضرت حمنہؓ کے شریک ہونے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرون سے گرا کر حضرت زینبؓ (اپنی بہن) کو بلند کرین[2] لیکن تعجب ہے کہ خود حضرت زینبؓ نے اس موقع سے فائدہ نہین اٹھایا، چنانچہ اس کا تذکرہ ان کے حالات مین آچکا ہے،

وفات | وفات کا سنہ صحیح طور پر معلوم نہین، اتنا علم ہے کہ حضرت زینبؓ کی وفات تک زندہ تھین، حضرت زینبؓ نے ۲۰ھ مین وفات پائی ہے،

اولاد | حضرت طلحہؓ سے حضرت حمنہؓ کے دو لڑکے پیدا ہوئے، محمد اور عمران، محمد کو سجاد کے لقب سے شہرت تھی،

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۶ [2] فتح الباری ج ۸ ص ۳۶۱

دو نئی کتابیں

سلسلۂ سیر الصحابہؓ

اہلِ کتاب صحابہؓ و تابعینؒ

شروع میں ایک مقدمہ ہے جس میں جزیرۂ عرب کے یہود و نصاریٰ کی تاریخ اور اُن کے تمدنی و اخلاقی حالات کی تفصیل کی گئی ہے، اس کے بعد حروفِ تہجی کے اعتبار سے اہلِ کتاب صحابہؓ کے حالات درج ہیں، اور اسی ترتیب سے پھر تابعین اور اُن کے بعد صحابیات اور تابعیات کا تذکرہ قلمبند کیا گیا ہے، پھر دو نقشے ہیں، ایک پورے جزیرۂ عرب کا، اور دوسرا مدینہ منورہ کا جن میں یہود و نصاریٰ کے مرکزی مقامات اور آبادیاں دکھائی گئی ہیں،

(مرتبہ مولوی حافظ مجیب اللہ صاحب ندوی رفیق دارالمصنفین)

قیمت:- للعہ/

سلسلۂ تاریخ اسلام

اسلام اور عربی تمدن

یعنی شام کے مشہور فاضل محمد کرد علی کی کتاب الاسلام والحضارۃ العربیۃ کا ترجمہ جس میں مذہبِ اسلام اور اسلامی تمدن و تہذیب پر علمائے مغرب کے اہم اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے، اور یورپ پر اسلام اور مسلمانوں کے اخلاقی، علمی، اور تمدنی احسانات اور اس کے اثرات و نتائج کی تفصیل بیان کی گئی ہے، اور قرون وسطیٰ کی پرفریب سیاست کا پردہ چاک کیا گیا ہے،

(مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی)

قیمت:- عہ/

(طابع و ناشر صدیق احمد)